

اصطلاحات حسامی

تالیف

(مولانا) محمد احمد سکندر قاسمی نوادہ، مبارک پور
مدرسہ تعلیم الاسلام (جامع مسجد) شہر اعظم گڑھ

ناشر

مکتبہ قاسمیہ نوادہ، مبارک پور، اعظم گڑھ ۲۷۶۴۰۴

موبائل نمبر: ۸۹۶۰۴۴۴۸۰۵

تفصیلات

اصطلاحاتِ حسامی	نام کتاب
(مولانا) محمد احمد سکندر قاسمی نوادہ، مبارک پور	تالیف
استاذ مدرسہ تعلیم الاسلام شہر اعظم گڑھ	
صلاح الدین قاسمی اعظم گڑھ 9889036799	کمپوزنگ
۱۲۰	صفحات
۱۰۰۰ (ایک ہزار)	تعداد
ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق اگست ۲۰۱۷ء	پہلا ایڈیشن
Rs. /-	قیمت

ملنے کے پتے

- (۱) مکتبہ قاسمیہ، نوادہ مبارک پور، اعظم گڑھ۔
- (۲) مدرسہ تعلیم الاسلام (جامع مسجد) شہر اعظم گڑھ۔
- (۳) مکتبہ نعیمیہ صدر چوک، مٹونا تھ بھنجن
- (۴) کتب خانہ نعیمیہ دیوبند۔
- (۵) مدرسہ مصباح العلوم قصبہ جلال آباد، ضلع غازی پور
- (۶) مکتبہ ضیاء الکتاب اتراری خیر آباد۔ مٹونا

فہرست عناوین

۲۲	دلیل حصر	۱۴	عرض مرتب
۲۲	اصول شرع کہنے کی وجہ	۱۷	کلمات دعائیہ
۲۳	قیاس شبہی	۱۸	تقریظ
۲۳	قیاس عقلی	۱۹	رائے گرامی
۲۳	قیاس لغوی	۲۰	تقریظ
۲۳	قیاس شرعی	۲۱	حد اضافی
۲۳	کتاب اللہ	۲۱	حد لقمی
۲۳	تقسیمات نظم و معنی	۲۱	اصول فقہ کی حد اضافی
۲۴	دلیل حصر	۲۱	اصول فقہ کی حد لقمی
۲۴	پہلی تقسیم	۲۱	احکام اصلیہ
۲۴	دلیل حصر	۲۱	احکام فرعیہ
۲۴	خاص کی تعریف	۲۱	موضوع
۲۵	خاص کی دو تعریف کرنے کی وجہ	۲۲	غرض و غایت
۲۵	خاص الفرد	۲۲	اصول فقہ چار ہیں

۲۸	مفسر	۲۵	خاص النوع
۲۸	مفسر کا حکم	۲۵	خاص الجنس
۲۸	محکم	۲۵	خاص کا حکم
۲۸	ظاہر، نص، مفسر اور محکم کا حکم	۲۵	عام
۲۸	تنبیہ	۲۶	انتظام لفظی
۲۹	دلیل حصر	۲۶	انتظام معنوی
۲۹	خفی	۲۶	عام کا حکم
۳۰	خفی کا حکم	۲۶	تخصیص
۳۰	مشکل	۲۶	تعلیل
۳۰	مشکل کا حکم	۲۶	اجزاء اور افراد میں فرق
۳۰	طلب اور تامل کی وضاحت	۲۶	مشترک
۳۰	مجمل	۲۷	مشترک کا حکم
۳۰	مجمل کا حکم	۲۷	مؤول
۳۰	متشابہ	۲۷	مؤول کا حکم
۳۱	متشابہ کا حکم	۲۷	تاویل کا مفہوم
۳۱	تیسری تقسیم	۲۷	دوسری تقسیم
۳۱	دلیل حصر	۲۷	دلیل حصر
۳۱	حقیقت	۲۷	ظاہر
۳۱	حقیقت کا حکم	۲۷	نص

۳۵	حقیقت مجبورہ عرفی	۳۱	مجاز
۳۵	حقیقت مجبورہ شرعی	۳۱	مجاز کا حکم
۳۵	حقیقت متعذرہ اور مجبورہ کا حکم	۳۲	وضع
۳۵	حقیقت مستعملہ	۳۲	وضع لغوی
۳۵	حقیقت مستعملہ کا حکم	۳۲	وضع شرعی
۳۵	مجاز متعارف	۳۲	وضع عرفی خاص
۳۶	عموم مجاز	۳۲	وضع عرفی عام
۳۶	مجاز کے حقیقت کا خلیفہ ہونے کی جہت	۳۲	تنبیہ
۳۶	معنی حقیقی متروک ہونے کے اسباب	۳۲	اتصال صوری (ذاتی)
۳۷	محل کلام کی دلالت	۳۳	اتصال معنوی
۳۷	عادت و عرف کی دلالت	۳۳	اتصال سببی
۳۷	متکلم کی جانب سے دلالت	۳۳	سبب لغوی
۳۸	سیاق نظم کی دلالت	۳۳	اتصال سببی کی دو قسمیں اور حکم
۳۸	نفس کلام کی دلالت	۳۴	علت
۳۸	صریح	۳۴	سبب
۳۸	صریح کا حکم	۳۴	علت اور سبب کے درمیان فرق
۳۸	کنایہ	۳۴	حقیقت اور مجاز کا حکم
۳۹	کنایہ کا حکم	۳۴	حقیقت متعذرہ
۳۹	تنبیہ	۳۵	حقیقت مجبورہ

۳۹	چوتھی تقسیم	۳۹	وجوہ فاسدہ	۴۴
۳۹	دلیل حصر	۳۹	امر کی بحث	۴۵
۳۹	تنبیہ	۳۹	امر	۴۵
۴۰	استدلال	۴۰	اِفْعَلْ کی مراد	۴۵
۴۰	عبارۃ النص	۴۰	تنبیہ	۴۵
۴۰	عبارۃ النص کا حکم	۴۰	امر، التماس اور دعا میں فرق	۴۵
۴۰	عبارۃ النص اور نص میں فرق	۴۰	امر کا موجب و حکم	۴۵
۴۰	اشارۃ النص	۴۰	وجوب	۴۵
۴۱	دلالت النص	۴۱	ندب	۴۵
۴۱	تنبیہ	۴۱	اباحت	۴۵
۴۱	دلالت النص کا حکم	۴۱	فائدہ	۴۵
۴۱	اقتضاء نص (مقتضی)	۴۱	تکرار	۴۶
۴۲	مقتضی کا حکم	۴۲	موجب و محتمل میں فرق	۴۶
۴۲	تنبیہ	۴۲	مطلق عن الوقت	۴۶
۴۲	مقتضی	۴۲	مقید بالوقت	۴۶
۴۲	اقتضاء	۴۲	مقید بالوقت کی تین قسمیں مع حکم	۴۶
۴۲	محذوف	۴۲	اداء	۴۷
۴۳	مقتضی اور محذوف میں فرق	۴۳	قضاء	۴۷
۴۳	تنبیہ	۴۳	اداء محض	۴۷

۵۰	فتیح لعینہ وضعاً	۴۷	اداء مشابہ بالقضاء
۵۰	فتیح لعینہ شرعاً	۴۸	اداء کامل
۵۰	فتیح لعینہ کی دونوں قسموں کا حکم	۴۸	اداء قاصر
۵۱	فتیح لغیرہ وصفاً	۴۸	قضاء بمثل معقول
۵۱	فتیح لغیرہ مجاوراً	۴۸	قضاء بمثل غیر معقول
۵۱	فتیح لغیرہ وصفاً کا حکم	۴۸	قدرت ممکنہ
۵۱	فتیح لغیرہ مجاوراً کا حکم	۴۸	قدرت میسرہ
۵۱	افعال حسیہ	۴۸	قدرت ممکنہ اور میسرہ میں فرق
۵۱	افعال شرعیہ	۴۸	تنبیہ
۵۱	امراور نہی کا حکم ضد میں	۴۹	حسن لعینہ
۵۲	سبب کا لغوی معنی	۴۹	حسن لغیرہ
۵۲	سبب کا شرعی مفہوم	۴۹	حسن لعینہ کی دو قسمیں
۵۲	سببیت کو پہچاننے کی دو علامتیں	۴۹	حسن لعینہ کی دونوں قسموں کا حکم
۵۲	عزیمت	۴۹	حسن لغیرہ کی دو قسمیں
۵۲	رخصت	۵۰	حسن لغیرہ کی دونوں قسموں کا حکم
۵۳	فرض	۵۰	نہی کا بیان
۵۳	حکم فرض	۵۰	نہی
۵۳	واجب	۵۰	فتیح لعینہ
۵۳	سنت	۵۰	فتیح لغیرہ

۵۶	صحابی کی مرسل	۵۳	حکم سنت
۵۶	تابعی اور تبع تابعی کی مرسل	۵۳	سنت ہدیٰ
۵۶	تبع تابعی کے بعد والوں کی مرسل	۵۳	سنت زوائد
۵۶	من وجہ مرسل من وجہ مسند	۵۳	نفل
۵۶	فائدہ	۵۳	حکم نفل
۵۷	متواتر	۵۴	حقیقی رخصت
۵۸	متواتر کا حکم	۵۴	مجازی رخصت
۵۸	مشہور	۵۴	حقیقی رخصت اہق
۵۸	مشہور کا حکم	۵۴	حقیقی رخصت غیر اہق
۵۸	خبر واحد	۵۴	حقیقی رخصت اہق کا حکم
۵۸	خبر واحد کا حکم	۵۴	حقیقی رخصت غیر اہق کا حکم
۵۹	معتوہ	۵۴	مجازی رخصت اہق
۵۹	مستور الحال	۵۴	مجازی رخصت غیر اہق
۵۹	معاملات تین طرح کے ہوتے ہیں	سنت کا بیان	
۶۰	تنبیہ		
۶۰	فائدہ عظیمہ		
۶۰	معروف بالفقہ حضرات صحابہؓ	۵۵	سنت
۶۲	مسند کی جملہ اقسام کا خلاصہ	۵۵	سنت وحدیث میں فرق
۶۲	علم الیقین	۵۵	مرسل
		۵۵	مسند

۶۷	حکم بیان تفسیر	۶۲	علم طمانینت
۶۷	بیان تقریر	۶۲	ظن
۶۷	حکیم بیان تقریر	۶۳	وہم
۶۷	بیان تبدیل	۶۳	علم طمانینت اور ظن میں فرق
۶۷	نسخ کا محل	۶۳	تنبیہ
۶۷	جواز نسخ کی شرط	۶۳	طعن مبہم
۶۸	کتاب اللہ کے نسخ کی چار صورت	۶۳	تنبیہ
۶۸	بیان ضرورت	۶۴	معارضہ کا بیان
۶۸	بیان ضرورت کی چار قسم	۶۴	معارضہ
۶۸	تنبیہ	۶۴	رکن معارضہ
۶۹	استثناء متصل	۶۴	شرط معاوضہ
۶۹	استثناء منقطع	۶۴	حکم معاوضہ
۶۹	تنبیہ	۶۵	خبر نفی
۷۰	زلت	۶۵	خبر اثبات
۷۰	تنبیہ	۶۵	تنبیہ
۷۰	اصحاب رسول ﷺ کی متابعت	۶۶	قاعدہ کلیہ
۷۰	تقلید	۶۶	بیان کا بیان
۷۰	فائدہ	۶۶	بیان
		۶۷	بیان تفسیر

۷۷	علل مستنبطہ	اجماع کا بیان	
۷۷	علل منصوصہ	۷۲	اجماع
۷۷	فائدہ	۷۲	فائدہ
۷۷	حکم قیاس	۷۲	اجماع کے مراتب
۷۷	تنبیہ	۷۳	فائدہ
۷۷	فائدہ	قیاس کا بیان	
۷۸	علت طردیہ	۷۴	قیاس
۷۸	علت مؤثرہ	۷۴	شرائط قیاس
۷۸	تنبیہ	۷۴	قیاس کا رکن
۷۸	علل طردیہ کے دفع کے طریقے	۷۵	عدالت (تاثیر) کی چار قسمیں
۷۸	قول بموجب العلة	۷۶	تنبیہ
۷۸	ممانعت	۷۶	فائدہ
۷۹	ممانعت کی چار قسمیں	۷۶	قیاس کی دو قسمیں
۷۹	فساد وضع	۷۶	ضابطہ
۷۹	مناقضہ	۷۶	استحسان
۷۹	تنبیہ	۷۶	استحسان کی چار قسمیں
۷۹	علل مؤثرہ کے دفع کے طریقے	۷۷	فائدہ
۸۰	معارضہ	۷۷	تخصیص علت
۸۰	معارضہ کی دو قسمیں		

۸۵	حقوق اللہ کی آٹھ قسمیں	۸۰	قلب کی دو قسم
۸۶	احکام مشروعہ کے متعلقات چار	۸۰	تنبیہ
۸۶	دلیل حصر	۸۰	قلب تسویہ
۸۷	سبب لغوی	۸۱	معارضہ فی حکم الفرع
۸۷	سبب اصطلاحی	۸۱	معارضہ فی علتہ الاصل
۸۷	سبب کی اقسام	۸۱	تنبیہ
۸۷	تنبیہ	۸۱	معارضہ فی علتہ الاصل کی تین قسمیں
۸۷	سبب فی معنی العلة	۸۱	معارضہ فی حکم الفرع کی پانچ صورتیں
۸۷	سبب مجازی	۸۳	ترجیح کا بیان
۸۸	تنبیہ	۸۳	ترجیح
۸۸	فائدہ	۸۳	وصف کی مراد
۸۸	علت	۸۳	تنبیہ
۸۹	ضابطہ	۸۳	قوت تاثیر
۸۹	فائدہ	۸۳	قوت ثبات وصف
۹۰	شرط	۸۴	کثرت وصول
۹۰	شرط کی اقسام	۸۴	عدم عند عدم الوصف
۹۱	فائدہ	۸۴	تنبیہ
۹۱	علامت	۸۴	ضابطہ
۹۱	فائدہ	۸۴	احکام کی چار قسمیں

۹۶	جنون ممتد کی حد	۹۲	عقل
۹۷	فائدہ	۹۲	فائدہ
۹۸	جنون اصلی	۹۲	اہلیت کا بیان
۹۸	جنون طاری	۹۲	اہلیت
۹۸	تنبیہ	۹۳	اہلیت وجوب
۹۸	صغر	۹۳	اہلیت ادا
۹۸	ضابطہ	۹۳	فائدہ
۹۹	فائدہ	۹۳	ذمہ
۹۹	جنون و صغر کے درمیان فرق	۹۴	ضابطہ
۹۹	عتہ	۹۴	اہلیت کاملہ
۹۹	ضابطہ	۹۴	اہلیت قاصرہ
۹۹	نسیان	۹۴	اہلیت قاصرہ کی دو صورتیں
۱۰۰	فائدہ	۹۵	فائدہ
۱۰۰	نوم	۹۵	عوارض
۱۰۰	فائدہ	۹۵	عوارض سماوی
۱۰۰	اغناء	۹۵	عوارض مکتسب (کسبی)
۱۰۰	فائدہ	۹۵	عوارض مکتسب کی دو قسمیں
۱۰۱	رق	۹۶	جنون
۱۰۱	فائدہ	۹۶	احکام جنون

۱۰۷	حکم سفہ	۱۰۱	تنبیہ
۱۰۷	معتوہ و سفیہ میں فرق	۱۰۱	احکام رق
۱۰۷	خطاء	۱۰۲	مرض
۱۰۷	فائدہ	۱۰۲	فائدہ
۱۰۷	سفر	۱۰۲	حیض
۱۰۷	فائدہ	۱۰۲	نفاس
۱۰۸	اکراہ	۱۰۲	فائدہ
۱۰۸	اکراہ کامل	۱۰۲	موت
۱۰۸	اکراہ قاصر	۱۰۲	فائدہ
۱۰۸	حکم اکراہ	۱۰۳	احکام موت
۱۰۸	فائدہ	۱۰۳	جہل
۱۱۰	اکراہ و ہزل میں فرق	۱۰۴	جہل کی چار قسمیں
۱۱۰	حروف معانی	۱۰۵	سکر
۱۱۸	افراد	۱۰۵	سکر کی دو قسمیں
۱۱۹	صاحب حسامی کے مختصر حالات	۱۰۵	فائدہ
		۱۰۵	ہزل
		۱۰۶	ضابطہ
		۱۰۶	سفہ
		۱۰۶	فائدہ

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی بنی علی اصول الشریعة قصر الاحکام واحکم
بنیانہ بالکتاب والسنة غاية الاحکام ثم زینہ بمصابیح الاجماع والقیاس
فصار شامخ البناء محکم الاساس والصلوة والسلام علی من شرح
صدرہ ورفع قدرہ فجرت بحار العلوم من لسانہ وسالت انهار الحکم من
بیانہ النبی الکریم رحمة للعالمین محمد وعلی من عزم علی دلالة الحق
بمقتضى اشاراته واعتصم فیها بما صدر منه من عباراته من الآل
والاصحاب الذین نالوا فی شریف ساحتہ کرامة الاستحسان
والاستصحاب اما بعد:

علوم عالیہ میں حامل اہمیت، عظیم المرتبت اصول فقہ ہے، اصول فقہ مسائل شرعیہ کی
تخریج کا وہ جزو لازم اور جزو لاینفک ہے جس سے کسی باذوق کوراء فرار نہیں، فقہ کا تمام تر
مدار اصول فقہ پر ہے۔ مدارس عربیہ میں اصول فقہ کی تعلیم ہوتی ہے، درس نظامی میں
اصول فقہ کی بہت سی کتابیں داخل ہیں۔ ان میں مشہور و معروف اور اہل علم کے درمیان
متداول ”حسامی“ کا مرتبہ بہت بلند و بالا ہے جو اپنے اختصار کے باوجود بہت جامع ہے،
اس کے افادہ کو عام کرنے اور اس سے پورے طور پر استفادہ کا موقع فراہم کرنے کے لئے

عربی شروحات (النای، التبیین، الوافی وغیرہ) کے علاوہ بہت سی اردو شرحیں موجود ہیں۔
 حسامی میں مذکور تعریفات و احکام اور اصول کا یاد کرنا بہت ہی ضروری ہوتا ہے۔
 احقر کے دل میں یہ خیال موجزن ہوا کہ تعریفات و احکام اور اصول کو سہل اور مختصر طور پر
 مرتب کر دیا جائے، تاکہ طالب علم کو یاد کرنے میں سہولت و آسانی ہو، اللہ کے فضل و توفیق
 سے یہ عمل وجود میں آیا۔ مرتب کتاب ”اصطلاحات حسامی“ کے نام سے موسوم ہوئی۔
 ترتیب کے بعد اپنی حقیر کاوش کو استاذ محترم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد افضل
 صاحب دامت برکاتہم استاذ و کارگذار ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کی خدمت عالیہ میں
 پیش کیا، حضرت تمام تر مصروفیات کے باوجود مختلف مقامات پر نظر فرما کر توثیقی کلمات کے
 ذریعہ حوصلہ افزائی فرمائی۔

استاذ محترم حضرت مولانا محمد اصغر صاحب دامت برکاتہم سابق صدر المدرسین
 مدرسہ منبع العلوم خیر آباد و استاذ جامعہ حسینیہ لال دروازہ جونپور کی خدمت میں پیش کیا تو
 حضرت نے از ابتدا تا انتہا نظر فرما کر اس کاوش کو موید و موثق کر دیا۔

ان دونوں حضرات اساتذہ کے ساتھ حضرت اقدس امیر ملت مرشدی مفتی
 ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کا بصمیم قلب شکر گزار ہوں کہ
 نظر ثانی کے بعد حضرت کی خدمت عالیہ میں کلمات دعائیہ رقم فرمانے کے لئے مسودہ کو
 پیش کرنے کی ہمت کی، حضرت نے قبول فرمایا اور کلمات دعائیہ رقم فرما کر مجھ ناچیز پر
 احسانِ عظیم فرمایا۔ اور کتاب کی تائید و توثیق کے ساتھ اس کی اہمیت میں اضافہ فرمایا۔
 جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اس توفیق خداوندی پر بارگاہ رب العالمین میں سجدہ شکر بجالاتے ہوئے بس یہی
 دعا کرتا ہوں کہ الہ العالمین جس طرح آپ نے اس کتاب کی ترتیب کی توفیق عطا فرمائی،

اسی طرح قبولیت سے بھی نوازدیں۔ اور اس کو مفید و نافع بنائیں۔ میرے لئے، والدین کے لئے اور اساتذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

محمد احمد قاسمی غفرلہ

۱۸/ ذوقعدہ ۱۴۳۸ھ، یوم جمعہ

انتساب

✦ والد محترم کے نام

جن کی شفقت و محبت اور عنایت ہر وقت ساتھ رہتی ہے۔

✦ ان اساتذہ کرام، مربی حضرات اور اداروں کے نام

منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جن کا فیض مجھ ناچیز کو حاصل ہوا۔

ایصال ثواب

✦ والدہ محترمہ مرحومہ کے نام

جن کی بے پایاں شفقتوں اور دعاؤں نے مجھے اس قابل بنایا۔

✦ مرحوم دادا، دادی اور نانا، نانی کے نام

جن کی عنایتیں اور دعائیں ہمہ وقت رہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائیں اور درجات کو بلند فرمائیں۔ آمین

کلمات دعائیہ

حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم
مہتمم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

اصول فقہ کی مشہور کتاب ”الحسامی“ درس نظامی کے نصاب میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔ جس کی متعدد شرحیں بھی موجود ہیں۔ عزیز گرامی مولوی محمد احمد سکندر نوادوی نے اپنے تدریسی تجربہ کی روشنی میں اصطلاحات حسامی کے نام سے رسالہ مرتب کر کے حسامی کو زیادہ سے زیادہ سہل بنانے کی کوشش کی ہے۔ جس میں خاص طور پر اصطلاحات حسامی کی تعریف و تشریح مع امثلہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ یہ کتاب حسامی پڑھنے والے طلبہ کے لئے معاون ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۴۳۸/۸/۲ھ - ۲۰۱۷/۴/۳۰ھ

تقریظ

حضرت مولانا محمد افضل صاحب دامت برکاتہم
استاذ تفسیر و فقہ دارالعلوم دیوبند

باسمہ تعالیٰ

اسلامی علوم و فنون میں اہم ترین فن علم اصول فقہ ہے، اس فن کی مختصر مگر جامع کتاب ”الحسامی“ ہے جو اصول کی ایک شاہکار ہے۔ یہ کتاب اپنی جامعیت کے ساتھ نہایت ادق کتابوں میں شمار ہوتی ہے، ہر دور کے اہل علم نے مختلف نہج سے اس کی تسہیل کی کامیاب کوششیں کی ہیں۔

عزیزم مولانا محمد احمد صاحب سلمہ اللہ و زاد مجرہ نے بھی ”اصطلاحات حسامی“ کے ذریعہ حسامی میں مذکور اصول و قواعد اور ان پر مرتب احکام کو بہت سہل اور مرتب انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کم ترین خلأ نے بھی جا بجا نظر ڈالی ہے اور طلبہ کے لئے نہایت مفید محسوس کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قبولیت سے نوازیں اور صاحب کتاب اور تمام طلبہ علم کے لئے نافع بنادیں۔ آمین یا رب العالمین۔

(مولانا) محمد افضل (صاحب) غفرلہ

رائے گرامی

حضرت مولانا محمد اصغر صاحب قاسمی دامت برکاتہم
جامعہ حسینیہ لال دروازہ جوئی پور سابق صدر المدرسین مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیر آباد، منو۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً و بعد:

”حسامی“ اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے، ہمارے ملک میں عام مدارس اسلامیہ میں شامل ہے، اس کتاب کی عبارت میں اختصار اور اجمال زیادہ ہے، اصطلاحات کے یاد ہونے اور جاننے سے کتاب کے سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور مضمون فہمی میں مدد ملتی ہے۔ اصول فقہ کے تعلق سے جو اصطلاحات ”حسامی“ میں مذکور ہیں، جن سے باخبر ہونا بے حد ضروری ہے، ان کو یاد کرنے کی سہولت کے واسطے عزیزم مولانا محمد احمد صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام جامع مسجد شہر اعظم گڑھ نے زیور ترتیب سے آراستہ کیا ہے، جو سہل عبارت اور آسان زبان سے عبارت ہے۔

بندہ نے شروع سے بالاستیعاب دیکھا ہے، بعض مقامات پر اصلاحیں بھی کی ہیں، طلبہ کے لئے گراں قدر مفید تحفہ ہے، مرتب اس قیمتی کاوش پر مبارک باد کے مستحق ہیں، اللہ انہیں مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے، اس کتاب کو قبولیت سے نوازے، مفید و نافع بنائے اور ذخیرہ آخرت اور بلندی درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محمد اصغر غفرلہ

۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ

تقریظ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خاتم النبیین

والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد:

منتخب الحسامی اصول فقہ کی بہترین و معتبر اور مقبول و متداول کتاب ہے، جو درس نظامی میں داخل نصاب ہے، اور یہ بات مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی علم و فن میں رسوخ و مہارت پیدا کرنے کے لئے مبادیات و مصطلحات ذہن نشین ہونا لازم ہے تاکہ افہام و تفہیم کی راہ ہموار ہو سکے اور روز بروز علمی انحطاط کے پیش نظر درسی کتب کی تسہیل وقت کی ایک ناگزیر ضرورت ہے، چنانچہ زیر نظر کتاب ”اصطلاحات حسامی“ اسی مقصد کی اہم کڑی ہے، جس کو فاضل گرامی قد رحضرت مولانا محمد احمد صاحب قاسمی نوادوی استاذ عربی مدرسہ تعلیم الاسلام شہر اعظم گڑھ میں اپنی تدریسی زندگی کے تجربات کی روشنی میں مرتب فرمایا، مولانا موصوف عالم اسلام کا عظیم ادارہ دارالعلوم دیوبند سے فضیلت کرنے کے بعد ہی بلا کسی انقطاع کے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، دلچسپی کے ساتھ تعلیم دیتے ہیں، طلبہ پر خاص شفقت رکھتے ہیں، ان کی استعداد اور قابلیت بنانے اور بڑھانے میں غور و فکر کرتے ہیں۔ درحقیقت ایک کامیاب مدرس کے لئے یہ اوصاف لازمی ہیں۔

بارگاہ رب ذوالجلال میں عرض ہے کہ اللہ پاک مرتب محترم کی اس سعی و کوشش کو قبول فرما کر طلبہ کے لئے مفید و نافع بنائیں اور ان کے لئے دارین کی سعادت و نیک بختی کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

عبدالباسط قاسمی الہ آبادی عفی عنہ

صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ دارالقرآن سون بزرگ، اعظم گڑھ

۲۵/۲ ذوقعدہ ۱۴۳۸ھ یوم الجمعہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اصول فقہ

اصول فقہ کی دو تعریفیں ہیں (۱) حد اضافی (۲) حد لقمی

حد اضافی کا مفہوم: مضاف اور مضاف الیہ کی علاحدہ علاحدہ تعریف کی جائے۔

حد لقمی کا مفہوم: مضاف اور مضاف الیہ کے مجموعہ کی ایک ہی تعریف کی جائے۔

اصول فقہ کی حد اضافی: مضاف (اصول) کی تعریف الگ اور مضاف الیہ (فقہ) کی

تعریف الگ کی جائے۔ چنانچہ اصول اصل کی جمع ہے اور لغت میں اصل وہ چیز ہے جس پر

دوسری چیز مبنی ہو، یعنی کسی چیز کی بنیاد اور موقوف علیہ کو اصل کہتے ہیں۔ اور اصطلاح میں

اصل کا معنی دلیل اور قاعدہ کلیہ کے ہے۔ پس اصول فقہ کے معنی ہیں فقہ کے دلائل۔

فقہ کا لغوی معنی ہے سمجھنا اور اصطلاح میں فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے

ہیں جو احکام کی اولہ تفصیلیہ سے حاصل ہو۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ حلال و حرام اور جائز

و ناجائز کو جاننے کا نام فقہ ہے۔

اصول فقہ کی حد لقمی: اصول فقہ ایسے قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ اولہ

تفصیلیہ سے احکام شرعیہ کے استخراج و استنباط کا طریقہ معلوم ہو سکے۔

احکام اصلیہ : وہ احکام جن کا تعلق عقائد سے ہو۔

احکام فرعیہ : وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہو۔

موضوع: دلائل اور احکام کا مجموعہ۔

دلائل اس حیثیت سے کہ وہ احکام کو ثابت کرنے والے ہیں۔

احکام اس حیثیت سے کہ وہ دلائل سے ثابت کئے جاتے ہیں۔

غرض و غایت: احکام شرعیہ کو تفصیلی دلائل سے جاننا اور مسائل کے استنباط و استخراج کے قواعد معلوم کرنا۔

ادلہ شرعیہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس سے احکام شرعیہ مستنبط کرنے کی مہارت پیدا کرنا۔

اصول فقہ چار ہیں

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجماع امت محمدیہ (۴) قیاس۔

مراد: کتاب اللہ سے پانچ سو آیات۔ سنت سے تین ہزار۔ اجماع سے ہر زمانہ کے مجتہد علماء کا اجماع۔ قیاس سے وہ قیاس مراد ہے جو انہی تین اصولوں سے مستنبط ہو۔

دلیل حصر: مستدل یا توجہی سے استدلال پیش کرے گا یا غیروجہی سے، اگر وجہی سے استدلال کرے گا تو اس کی دو صورت ہے، یا توجہی متلو ہوگی یا غیر متلو ہوگی۔ اگر وجہی متلو ہے تو کتاب اللہ ہے اور وجہی غیر متلو ہے تو سنت رسول اللہ ہے۔ اور اگر غیروجہی سے استدلال کرے گا تو اس کی بھی دو صورت ہے یا تو وہ ایک زمانہ کے تمام مجتہدین کا قول ہوگا یا تمام مجتہدین کا قول نہ ہوگا۔ اول اجماع ہے اور ثانی قیاس ہے۔

اصول شرع کہنے کی وجہ: (۱) کتاب، سنت اور اجماع جس طرح فقہ کے اصول ہیں، اسی طرح علم کلام کے بھی اصول ہیں اور شرع دونوں کو عام ہے نہ کہ فقہ۔ اس لئے اصول الشرع فرمایا گیا۔

(۲) شرع سے مراد احکام مشروعہ ہیں، اور فقہ سے مراد احکام مشروعہ پر واقف ہونا

ہے اور یہ اصول احکام مشروعہ کے لئے مثبت ہیں نہ کہ احکام مشروعہ پر واقف ہونے کے لئے۔ اسی وجہ سے مصنف نے شرع کو منتخب کیا نہ کہ فقہ کو۔

فائدہ: قیاس کے ساتھ المستنبط من ہذہ الاصول کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ قیاس سے مطلق قیاس مراد نہیں ہے بلکہ قیاس شرعی مراد ہے۔

قیاس کی چار قسمیں ہیں (۱) شبہی (۲) عقلی (۳) لغوی (۴) شرعی

قیاس شبہی: وہ قیاس ہے جہاں مشاکلت فی الصورة کی علت کی وجہ سے حکم ایک صورت سے دوسری صورت کی جانب متعدی ہو جائے۔

قیاس عقلی: وہ قول ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن کے تسلیم کر لینے کے بعد ایک دوسرے قول کا تسلیم کرنا لازم ہو۔

قیاس لغوی: وہ قیاس ہے جس میں اسم ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف کسی علت مشترکہ کی وجہ سے متعدی ہو جائے۔

قیاس شرعی: وہ قیاس ہے جو کتاب اللہ یا سنت یا اجماع سے ماخوذ ہو۔

کتاب اللہ کا بیان

کتاب اللہ: وہ قرآن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ مصاحف میں لکھا گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل متواتر کے طور پر منقول ہے۔ قرآن نظم اور معنی دونوں کا نام ہے۔

تقسیماتِ نظم و معنی

نظم اور معنی کی ایسی تقسیمات جن سے احکام شرع کی معرفت ہو چار ہیں اور ان

چار تقسیموں سے بیس اقسام حاصل ہوتی ہیں۔

دلیل حصر: تقسیمات یا تو نظم کی ہوں گی یا معنی کی۔ اگر معنی کی ہوں تو تقسیم رابع ہے اور اگر لفظ کی ہوں تو یا معنی پر دلالت کے اعتبار سے ہوں گی یا معنی میں استعمال کے اعتبار سے ہوں گی۔ پس اگر معنی پر دلالت کے اعتبار سے ہوں تو یا اس میں ظہور کا اعتبار ہوگا یا نہیں۔ اگر ظہور کا اعتبار نہ ہو تو تقسیم اول ہے اور اگر ظہور کا اعتبار ہو تو تقسیم ثانی ہے اور اگر استعمال کے اعتبار سے ہوں تو تقسیم ثالث ہے۔

پہلی تقسیم

پہلی تقسیم صیغہ اور لغت یعنی وضع کے اعتبار سے نظم کی انواع کے سلسلے میں تقسیم اول کے تحت چار قسمیں ہیں۔ خاص، عام، مشترک، مؤول۔

دلیل حصر: لفظ وضع کے اعتبار سے یا تو ایک معنی پر دلالت کرے گا یا زیادہ معنی پر۔ اگر ایک معنی پر دلالت کرے گا تو اس کی دو صورت ہے یا تو وہ معنی افراد کی شرکت سے خالی ہوگا یا افراد کے درمیان مشترک ہوگا۔ اگر افراد کی شرکت سے خالی ہے تو خاص ہے اور اگر افراد کے درمیان مشترک ہے تو عام ہے اور اگر زیادہ معنی پر دلالت کرے گا تو اس کی بھی دو صورت ہے، کوئی ایک معنی تاویل کے ذریعہ رائج ہوگا یا نہیں۔ اگر کوئی معنی رائج ہے تو مؤول ہے اور اگر رائج نہیں ہے تو مشترک ہے۔

خاص کی تعریف اول: خاص ہر وہ لفظ ہے جو افراد کے طور پر کسی ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

خاص کی تعریف ثانی: خاص ہر وہ اسم ہے جو افراد کے طور پر شخص معین کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

خاص کی دو تعریف کرنے کی وجہ: (۱) خصوص العین خصوصیت میں کامل ہے۔ اس لئے اس کی الگ سے تعریف کی گئی اور وہ دوسری تعریف ہے جس میں خصوص الجنس اور خصوص النوع داخل نہیں ہے۔

(۲) خصوص اعیان خارجیہ اور امور ذہنیہ دونوں میں جاری ہوتا ہے، دو تعریف کر کے خاص کی دونوں قسموں کی تعریف کرنا چاہا گیا۔ پہلی تعریف امور ذہنیہ کے خصوص کی ہے اور دوسری تعریف اعیان خارجیہ کے خصوص کی ہے۔
خاص کی تین قسم ہے:

(۱) خاص الفرد (۲) خاص النوع (۳) خاص الجنس

خاص الفرد: وہ لفظ ہے جو معین شخص یا معین فرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ جیسے زید، بکر، وغیرہ۔

خاص النوع: وہ لفظ ہے جو ایسے ایک معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے تحت ایسے افراد کثیرہ ہوں جن سے یکساں اغراض و فوائد مقصود ہوں اور لفظ ان افراد کثیرہ کو بیک وقت نہیں بلکہ علی سبیل البدلیت شامل ہو جیسے رَجُلٌ۔

خاص الجنس: وہ لفظ ہے جو ایسے معین معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے تحت ایسے افراد کثیرہ ہوں جن سے مختلف اغراض و فوائد مقصود ہوں، اور لفظ ان افراد کثیرہ کو بیک وقت نہیں بلکہ علی سبیل البدلیت شامل ہو جیسے انسان۔

خاص کا حکم: خاص اپنے مخصوص یعنی اپنے مدلول کو قطعی اور یقینی طور پر اس طرح شامل ہوتا ہے کہ اس میں غیر کا احتمال بالکل نہیں ہوتا اور وہ بذات خود واضح ہونے کی وجہ سے کسی تفسیری اور توضیحی بیان کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔

عام: ہر ایسا لفظ ہے جو اپنے افراد کو یکبارگی لفظاً یا معنئاً شامل ہو۔

انتظام لفظی: یہ ہے کہ عام اپنے افراد کو لفظ اور صیغہ کے اعتبار سے شامل ہو جیسا کہ جمع کا صیغہ مسلمون، رجال۔

انتظام معنوی: یہ ہے کہ عام اپنے افراد کو معنی کے اعتبار سے شامل ہو، لفظ اور صیغہ کا اس میں دخل نہ ہو جیسے من، ما، قوم، رھط۔

عام کا حکم: عام ان افراد کے اندر جن کو وہ شامل ہوتا ہے قطعی اور یقینی طور پر حکم کو واجب کرتا ہے، لیکن جب عام کو تخصّص معلوم یا تخصّص مجہول لاحق ہو جائے تو اس وقت عام اس احتمال کے ساتھ حکم واجب کرے گا کہ اس میں تخصیص ظاہر ہو جائے مخصوص معلوم کی علت بیان کرنے کی وجہ سے یا مخصوص مجہول کی تفسیر کرنے کی وجہ سے۔ الحاصل عام تخصیص سے پہلے مفید یقین ہے اور تخصیص کے بعد مفید ظن ہے۔

تخصیص: عام کو اس کے بعض افراد پر منحصر کرنا ایسی دلیل مستقل لفظی کے ذریعہ جو عام کے مقارن ہو۔

تعلیل: اصول ثلاثہ کتاب و سنت اور اجماع سے استنباط کے ذریعے علت بیان کرنا۔

اختیاری

اجزاء اور افراد میں فرق: (۱) اجزاء کل کے ٹکڑے ہوتے ہیں اور کل ان اجزاء سے مرکب ہوتا ہے۔ اور کل اپنے اجزاء پر محمول نہیں ہوتا ہے، اور افراد وہ کلی کے مصداق ہوتے ہیں اور کلی ان سے مرکب نہیں ہوتی اور کلی اپنے افراد پر محمول ہوتی ہے۔

(۲) اجزاء کے انتفاء سے کل منقہ ہو جاتا ہے۔ افراد و جزئیات کے انتفاء سے کلی منقہ نہیں ہوتی ہے۔

مشترک: وہ لفظ ہے جس میں چند معانی یا چند اسماء شریک ہوں مگر یہ اشتراک علی سبیل

البدلیت ہو علی سبیل الشمول نہ ہو۔

مشتَرک کا حکم: اس کے معانی میں سے کسی متعین معنی پر اعتقاد رکھنے میں تامل اور غور و فکر

کی شرط کے ساتھ توقف کیا جائے، یہاں تک کہ اس کا کوئی ایک معنی رائج ہو جائے۔

مَوُول: وہ لفظ مشترک ہے جس کا کوئی ایک معنی ظن غالب سے رائج ہو جائے۔

مَوُول کا حکم: غلطی کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

تاویل کا مفہوم: کسی بات کا درجہ احتمال میں مطلب بیان کرنا۔

دوسری تقسیم

دوسری تقسیم نظم کے بیان و ظہور کے اقسام میں

اس کی بھی چار قسمیں ہیں: ظاہر، نص، مفسر، محکم۔

دلیل حصر: اگر لفظ کے معنی ظاہر ہوں تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو تاویل و تخصیص کا

احتمال رکھے گا یا نہیں رکھے گا۔ اگر تاویل و تخصیص کا احتمال رکھتا ہے تو وہ بھی دو حال سے

خالی نہیں یا تو معنی کا ظہور فقط صیغہ سے ہو جائے گا یا فقط صیغہ سے نہیں ہوگا، بلکہ مذکورہ لفظ

اس کو بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہوگا۔ اگر معنی کا ظہور فقط صیغہ سے ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے

اور اگر فقط صیغہ سے نہیں ہوتا بلکہ لفظ اس کو بیان کرنے کے لئے لایا جاتا ہے تو نص ہے۔

اور اگر وہ معنی تاویل و تخصیص کا احتمال نہ رکھتا ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نسخ کو قبول کیا ہوگا یا نہیں اگر اول ہے تو مفسر ہے اور اگر

ثانی ہے تو محکم ہے۔

ظاہر: وہ لفظ ہے جس کی مراد نفس صیغہ سے ظاہر ہو جائے۔

نص: وہ کلام ہے جس کی وضاحت ظاہر سے بڑھی ہوئی ہو، ایسے معنی کی وجہ سے جو متکلم

میں ہو۔ یعنی سوق کی وجہ سے۔

ظاہر نص کی مثال: قول باری تعالیٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَنِيَّ وَثَلُثَ وَرُبَاعَ ہے، کیوں کہ آیت کریمہ اباحت نکاح کے متعلق ظاہر ہے اور بیان عدد کے سلسلے میں نص ہے۔

مفسر: وہ کلام ہے جس کی وضاحت نص سے بڑھی ہوئی ہو، ایسے طریقے پر کہ اس کے اندر تخصیص و تاویل کا احتمال باقی نہ رہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ۔

مفسر کا حکم: تاویل و تخصیص کے احتمال کے بغیر قطعی طور پر اس سے حکم کا ثبوت ہوتا ہے مگر اس میں نسخ کا احتمال ہوتا ہے۔

محکم: وہ کلام ہے جو مفسر سے قوت کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہو اور اس کی مراد تبدیل و نسخ سے محکم و ممتنع ہو جیسے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ اَلْجِهَادُ مَا ضٍ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔
ظاہر، نص، مفسر اور محکم کا حکم: یہ اقسام اس چیز کے ثبوت کو یقین کے درجہ میں واجب کرتی ہیں جس کو وہ اقسام شامل ہوتی ہیں۔ یعنی ان اقسام کا حکم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ ہاں ان اقسام کے احکام کے درمیان تعارض کے وقت تفاوت و فرق ظاہر ہوگا۔ یعنی تعارض کے وقت اعلیٰ پر عمل کیا جائے گا اور ادنیٰ کو ترک کر دیا جائے گا۔

تنبیہ: متقدمین کے نزدیک ظاہر، نص، مفسر اور محکم اقسام متداخلہ ہیں، ان کے درمیان عموم و خصوص مطلق ہے، ان میں سے ادنیٰ اعلیٰ میں داخل ہے بایں طور کہ ظاہر میں عدم سوق شرط نہیں ہے بلکہ یہ عام ہے اس بات سے کہ اس میں سوق ہو یا نہ ہو۔ نص میں سوق شرط ہے، نص میں احتمال تاویل و تخصیص شرط نہیں بلکہ عام ہے کہ تاویل و تخصیص کا احتمال ہو یا نہ ہو۔ مفسر میں عدم احتمال تاویل و تخصیص شرط ہے، مفسر میں احتمال نسخ شرط نہیں ہے

بلکہ عام ہے کہ احتمال نسخ ہو یا عدم احتمال نسخ ہو۔ محکم میں عدم احتمال نسخ شرط ہے۔

متاخرین کے نزدیک اقسام متبائنہ ہیں بایں طور کہ ظاہر میں عدم سوق شرط ہے، نص میں سوق شرط ہے، نص میں عدم احتمال تاویل و تخصیص شرط ہے۔ مفسر میں عدم احتمال تاویل و تخصیص شرط ہے، مفسر میں احتمال نسخ شرط ہے۔ محکم میں عدم احتمال نسخ شرط ہے۔

تنبیہ: ظہور معنی کے اعتبار سے نظم کی مذکورہ چاروں قسموں کے مقابل خفاء میں چار قسمیں ہیں، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ۔

جس طرح ظہور کے اعتبار سے اقسام میں بعض بعض سے اولیٰ ہے۔ اسی طرح ان کی مقابل قسموں میں بھی خفاء کے اعتبار سے بعض بعض سے اقویٰ ہے۔ خفاء کے اعتبار سے لفظ کی چار قسمیں ہیں: خفی، مشکل، مجمل، متشابہ۔

دلیل حصر: لفظ کا معنی اگر خفی ہو تو اس کی دو صورت ہے۔ اس کا خفا نفس صیغہ کی وجہ سے ہوگا یا صیغہ کے علاوہ کسی عارض کی وجہ سے ہوگا۔ اگر معنی کا خفا کسی عارض کی وجہ سے ہو تو خفی ہے۔ اور اگر نفس صیغہ سے ہو تو اس کی بھی دو صورت ہے، سیاق و سباق میں تامل کرنے سے اس کا ادراک ممکن ہوگا یا اس کا ادراک ممکن نہ ہوگا۔ اگر اس کا ادراک ممکن ہے تو مشکل ہے اور اگر اس کا ادراک ممکن نہیں ہے تو اس کی بھی دو صورت ہے۔ متکلم کی جانب سے اس کی وضاحت کی توقع ہوگی یا توقع نہیں ہوگی۔ اگر متکلم کی جانب سے وضاحت کی توقع ہے تو مجمل ہے اور اگر توقع نہیں ہے تو متشابہ ہے۔

خفی: وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو صیغہ کے علاوہ کسی عارض کی وجہ سے بایں طور کہ طلب و جستجو کے بعد اس کلام خفی کی مراد حاصل ہو۔ جیسے آیت سَرَقَ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا الخ طرار و نباش (جیب تراش اور کفن چور) کے حق میں خفی ہے، کیوں کہ ان دونوں پر سارق کا لفظ نہیں بولا جاتا ہے، بلکہ یہ دونوں طرار و نباش کے ساتھ

خاص ہیں۔

خفی کا حکم: اس میں غور و فکر کیا جائے گا تا کہ یہ بات متحقق ہو جائے کہ اس میں خفا کسی زیادتی یا کمی کی وجہ سے ہے تا کہ اس کے جان لینے کے بعد اس کی مراد ظاہر ہو جائے۔

مشکل: وہ لفظ ہے جس کی مراد طلب کے بعد بغیر غور و فکر کئے ہوئے معلوم نہ ہو سکے۔ اس معنی مرادی کے اپنے ہم شکلوں میں داخل ہونے کی وجہ سے۔ جیسے ارشادِ خداوندی: فَاتُّوا حَرْتُكُمْ اَنَّى شِئْتُمْ۔ بایں طور کہ لفظ اَنَّى مِنْ اَيْنَ اور كَيْفَ کے معنی کے درمیان مشترک ہے۔

مشکل کا حکم: طلب کے بعد اس میں نظر و فکر کرنا ہے۔

طلب اور تامل کی وضاحت:

نظر و فکر کے دو مرحلے ہیں: ایک یہ کہ لفظ کس کس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کون سا معنی درست ہو سکتا ہے۔ اول کے سلسلے میں نظر و فکر طلب ہے اور دوسرے کے سلسلے میں نظر و فکر تامل ہے۔

مجمل: وہ کلام ہے جس میں بہت سے معانی جمع ہو گئے اور اس کی مراد اس طرح مشتبہ ہو کہ نفس عبارت سے معلوم نہ ہو سکتی ہو بلکہ مجمل کے بیان سے اس کی مراد معلوم ہو۔ جیسے آیت ربو میں لفظ ربو۔

مجمل کا حکم: اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ہو اور عمل کے سلسلے میں اس وقت تک توقف کیا جائے جب تک کہ متکلم اپنے کلام کی مراد بیان نہ کر دے۔

متشابہ: وہ کلام ہے جس کی مراد کے حصول کی کوئی راہ موجود نہ ہو حتیٰ کہ امت مسلمہ سے اس کی مراد کو طلب کرنے کا حکم ساقط ہو گیا ہے جیسے حروفِ مقطعات حم، الم، وغیرہ۔ اللہ کی

صفات تشابہاتِ یَدُ اللّٰہِ ، وَجْہُ اللّٰہِ وغیرہ۔

تشابہ کا حکم: اس پر عمل کے سلسلے میں توقف واجب ہے، لیکن اجمالی طور پر اس کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد ضروری ہے۔

تیسری تقسیم

تیسری تقسیم لفظ کے استعمال اور جریان کے اعتبار سے ہے۔

اس کی بھی چار قسمیں ہیں: حقیقت، مجاز، صریح، کنایہ

دلیل حصر: لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں مستعمل ہوگا یا علاقہ کی وجہ سے معنی غیر موضوع لہ میں۔ اول حقیقت ہے اور ثانی مجاز ہے۔ پھر لفظ معنی واضح میں جاری ہوگا یا معنی غیر واضح میں۔ اول صریح ہے اور ثانی کنایہ ہے۔

حقیقت: وہ لفظ ہے جس سے معنی موضوع لہ کا ارادہ کیا گیا ہو۔ اس حیثیت سے کہ وہ معنی موضوع لہ ہے۔ جیسے لفظ اسد شیر نامی درندہ مخصوص کے لئے حقیقت ہے۔

حقیقت کا حکم: وہ لفظ جو معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے اس سے ان تمام افراد کا ارادہ کیا جائے جن کو معنی موضوع لہ شامل ہو وہ لفظ خواہ عام ہو خواہ خاص ہو۔

مجاز: وہ لفظ ہے جس سے معنی غیر موضوع لہ مراد ہو اور معنی موضوع لہ اور غیر موضوع لہ کے درمیان معنی اتصال ہو یا ذاتاً اور صورتاً اتصال ہو، یعنی دونوں کے درمیان علاقہ اور مناسبت ہو۔ جیسے صافحُ اسداً میں لفظ اسد مرد شجاع کے لئے مجاز ہے۔

مجاز کا حکم: وہ لفظ جو کسی علاقہ کی وجہ سے معنی غیر موضوع لہ میں مستعمل ہے اس سے ان تمام افراد کا ارادہ کیا جائے جن کو معنی غیر موضوع شامل ہو۔ وہ مجازی لفظ خاص ہو یا عام۔

اختیاری

وضع: لفظ کا کسی معنی کے لئے اس طور پر متعین ہونا کہ وہ لفظ اس معنی پر بغیر کسی قرینہ کے دلالت کرے۔

وضع کی چار قسمیں ہیں: (۱) وضع لغوی (۲) وضع شرعی (۳) وضع عرفی خاص (۴) وضع عرفی عام۔

وضع لغوی: لفظ کو معنی کے لئے وضع لغت متعین کریں۔ جیسے لفظ صلوٰۃ کی وضع دعا کے لئے۔

وضع شرعی: لفظ کو معنی کے لئے وضع شرع (شارع) متعین کریں۔ جیسے لفظ صلوٰۃ کی وضع ارکان مخصوصہ کے لئے۔

وضع عرفی خاص: لفظ کو معنی کے لئے کوئی مخصوص جماعت متعین کرے۔ جیسے نحو یوں کے وہاں اسم کی وضع اس کلمہ کے لئے ہے جو کسی زمانہ کے ساتھ مقترن نہ ہو۔

وضع عرفی عام: لفظ کو معنی کے لئے عام لوگ متعین کریں۔ جیسے دابۃ کی وضع چوپائے کے لئے۔

تنبیہ: حقیقت کے لئے ان چار وضعوں میں سے کسی ایک کا متحقق ہونا کافی ہے۔ چاروں وضعوں کے اعتبار سے لفظ کا معنی کے لئے موضوع ہونا شرط و ضروری نہیں ہے۔

معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان اتصال یعنی مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے۔

اتصال کی دو قسمیں ہیں: (۱) اتصال صوری (۲) اتصال معنوی

اتصال صوری: معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان تشبیہ کے علاوہ کا علاقہ ہو۔ جیسے سماء

بول کر بارش مراد لی جائے۔ یعنی ان میں سے ایک کی صورت دوسرے کی صورت سے ملی ہوئی ہو۔

اتصال معنوی: معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو۔

جیسے لفظ اسد بول کر ر جل شجاع مراد لینا۔ اور لفظ حمار بول کر احمق مراد لینا۔

اتصال سببی: سبب اور مسبب، علت اور معلول کے درمیان کا علاقہ۔

اتصال سببی یعنی سبب اور مسبب، علت اور معلول کے درمیان جو اتصال ہوتا ہے

وہ اتصال صوری ہوتا ہے۔

سبب لغوی: جس چیز کے ساتھ دوسری شی متصل ہو اور وہ اس شی کی طرف مفضی ہو۔ سبب

اپنے معنی لغوی کے اعتبار سے علت کو شامل ہے۔ والا اتصال سبباً میں سبب لغوی ہی مراد

ہے۔

اتصال سببی کی دو قسم اور حکم

اتصال سببی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان علت و معلول کا اتصال و علاقہ ہو۔ جیسے

شراء ملکیت کی علت ہے۔

حکم: جب علت و معلول کا علاقہ ہو تو دونوں طرف سے استعارہ درست و صحیح ہے۔ یعنی

علت بول کر معلول مراد لینا اور معلول بول کر علت مراد لینا درست ہے۔

(۲) معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان سبب اور مسبب کا علاقہ ہو۔ جیسے شراء

ملک متعہ کا سبب ہے۔

حکم: جب سبب اور مسبب کا علاقہ ہو تو ایک طرف سے استعارہ درست ہے یعنی سبب

بول کر مسبب مراد لینا درست ہے لیکن مسبب بول کر سبب مراد لینا درست و صحیح نہیں ہے۔

(اختیاری)

علت: وہ چیز ہے جس کو کسی حکم مطلوب کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس کی طرف حکم کا وجود و وجوب دونوں منسوب ہوں

سبب: وہ چیز ہے جو مفوضی الی الحکم ہو اور اس کی طرف وجوب حکم اور وجود حکم دونوں منسوب نہ ہوں۔

علت اور سبب کے درمیان فرق:

علت اور حکم کے درمیان ایسا کوئی امر نہیں ہوتا جس کی طرف حکم منسوب ہو، سبب اور حکم کے درمیان ایک ایسا امر ہوتا ہے جس کی طرف حکم منسوب ہو۔

حقیقت اور مجاز کا حکم: (۱) عند الاحناف ایک لفظ سے معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں کو ایک ساتھ مستقلاً مراد لینا باطل ہے۔

(۲) جب تک حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہوگا اس وقت تک مجاز پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

اقسام حقیقت

حقیقت (معنی حقیقی) کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) متعذرہ (۲) مجبورہ (۳) مستعملہ

حقیقت متعذرہ: لفظ کا وہ معنی حقیقی ہے جس پر عمل کرنا دشوار و متعذر ہو، بغیر مشقت عمل کرنا ممکن نہ ہو جیسے اکل نخلہ کا حقیقی معنی کھجور کے درخت کا کھانا ہے اور کھجور کے درخت کا بغیر مشقت اٹھائے کھانا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کھجور کے درخت کا کھانا اکل نخلہ کی

حقیقت متعذرہ ہے۔

حقیقت مجبورہ: لفظ کا وہ معنی حقیقی جس پر عمل کرنا دشوار و متعذر نہ ہو۔ عمل کرنا ممکن ہو، لیکن اس کو چھوڑ دیا گیا ہو۔ مراد نہ لیا جاتا ہو۔ جیسے وضع قدم کا حقیقی معنی ننگے پیر کو رکھنا ہے۔ عرف میں وضع قدم سے معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ مطلقاً دخول مراد ہے، اس لئے ننگا پیر رکھنا وضع قدم کی حقیقت مجبورہ ہے۔

حقیقت مجبورہ کی دو قسم ہے:

(۱) حقیقت مجبورہ عرفی (۲) حقیقت مجبورہ شرعی۔

حقیقت مجبورہ عرفی: لفظ کا وہ معنی حقیقی جسے عرف عام میں چھوڑ دیا گیا ہو۔

حقیقت مجبورہ شرعی: لفظ کا وہ معنی حقیقی جسے شرع میں چھوڑ دیا گیا ہو۔

حقیقت متعذرہ اور حقیقت مجبورہ کا حکم: اگر معنی حقیقی متعذر ہو یا مجبور ہو تو بالاتفاق مجاز کو اختیار کیا جائے گا اگر معنی حقیقی کی نیت نہ کیا ہو، اور اگر معنی حقیقی کی نیت کیا ہو تو معنی حقیقی ہی مراد ہوگا۔

حقیقت مستعملہ: لفظ کا وہ معنی حقیقی جس پر عمل کرنا ممکن ہو اور عرف میں مراد لیا جاتا ہو۔ جیسے اسد کہ اس کا حقیقی معنی درندہ مخصوص (شیر) عرف میں مراد لیا جاتا ہے۔

حقیقت مستعملہ کا حکم: اگر لفظ کا معنی حقیقی مستعمل ہو اور اس کا مجازی معنی متعارف ہو تو اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عموم مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ اور اگر مجازی معنی متعارف نہ ہو تو بالاتفاق حقیقت مراد لینا اولیٰ ہے۔

مجاز متعارف: ایسا معنی مجازی جس کی طرف لفظ کو سننے کے بعد ذہن سبقت کرتا ہو۔ یا ایسا معنی مجازی جو حقیقت کے بہ نسبت زیادہ مستعمل اور معمول بہ ہو۔

عموم مجاز: ایسا عام معنی مجازی جس کا ایک فرد حقیقت ہو اور ایک فرد مجاز ہو۔ یعنی حقیقت اور مجاز دونوں اس میں داخل ہوں۔

مجاز کے حقیقت کا خلیفہ ہونے کی جہت

بالا اتفاق مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے، یعنی اعتبار میں اصل اور رائج حقیقت ہے۔ اسی طرح بالاتفاق خلیفہ میں اصل اور حقیقت کا متصور ہونا ضروری ہے اگرچہ کسی عارض کی وجہ سے نہ پایا جائے۔

مجاز حقیقت کا خلیفہ کس اعتبار سے ہے اس میں امام ابو حنیفہؒ اور امام صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک مجاز تکلم اور تلفظ میں حقیقت کا خلیفہ ہے۔ یعنی حقیقت کا تکلم اصل ہے اور مجاز کا تکلم خلیفہ ہے۔

پس اگر کلام ترکیب نحوی کے اعتبار سے درست ہو تو اس کا تکلم صحیح ہوگا اور مجاز کی طرف رجوع کرنے کے لئے کلام کے تکلم کا صحیح ہونا کافی ہوگا، خواہ اس کا ترجمہ صحیح ہو یا نہ ہو۔ امام صاحبینؒ کے نزدیک مجاز حکم میں حقیقت کا خلیفہ ہے۔ یعنی حکم میں حقیقت اصل ہے اور مجاز اس کا خلیفہ ہے۔ پس امام صاحبینؒ کے نزدیک ثبوت مجاز کے لئے معنی حقیقی کا ممکن ہونا ضروری ہے، اگر معنی حقیقی پر حکم لگانا ممکن ہو مگر کسی عارض کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا جاسکتا ہو تو معنی مجازی کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اگر معنی حقیقی ممکن نہ ہو تو کلام لغو ہوگا، معنی مجازی کی طرف نہیں جایا جائے گا۔

معنی حقیقی متروک ہونے کے اسباب

جن اسباب و قرائن کی وجہ سے حقیقت متروک ہو جاتی ہے وہ پانچ ہیں:

(۱) محل کلام کی دلالت (۲) عادت و عرف کی دلالت (۳) متکلم کی طرف راجع

ہونے والے معنی کی دلالت (۴) سیاقِ نظم کی دلالت (۵) نفسِ کلام کی دلالت۔
محلِ کلام کی دلالت: جس کے لئے لفظ کا استعمال ہوا ہے وہ لفظ کے حقیقی معنی کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو حقیقی معنی متروک ہو جاتا ہے۔

مثال: لفظ ہبہ، تملیک، صدقہ اور بیع سے آزاد عورت کے نکاح کا منعقد ہونا۔ یہ الفاظ کسی چیز کی ذات کا مالک بنانے کے لئے وضع کئے گئے ہیں اگر آزاد عورت وہبت نفسی منک وغیرہ کسی سے کہے تو حقیقی معنی مراد نہ ہوگا کیوں کہ ان الفاظ کا محل استعمال آزاد عورت ہے جس کی ذات کسی کی مملوک بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔ بلکہ نکاح مجازی معنی مراد ہوگا۔

عادت و عرف کی دلالت: لفظ معنی حقیقی کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں عرفاً اور عادتاً مستعمل اور مشہور و متعارف ہو تو حقیقی معنی متروک ہو جاتا ہے۔

مثال: کسی نے کہا لایا کل من هذه النخلة تو عینِ نخلہ کھانے سے حانث نہ ہوگا۔ کیوں کہ حقیقی معنی اکل عینِ نخلہ عرف میں متروک ہے۔ مجازی معنی ثمرِ نخلہ مراد ہوگا۔ لہذا پھل کھانے سے حانث ہوگا۔

متکلم کی جانب سے دلالت: متکلم کی حالت و کیفیت، اس کے ارادے اور منشاء کی وجہ سے حقیقی معنی متروک ہو جاتا ہے۔

مثال: یمین فور جیسے بیوی شوہر کے گھر سے جانا چاہتی ہے اور شوہر کہے اِنْ خَرَجْتَ فَأَنْتِ طَالِقٌ۔ اس کے معنی حقیقی یہ ہیں کہ عورت جب بھی گھر سے نکلے طلاق واقع ہو جائے لیکن متکلم کی کیفیت اور غصہ اس بات پر قرینہ ہے کہ مطلقاً نکلنے سے منع نہیں کرنا چاہتا ہے بلکہ خاص طور سے اس غصہ کے وقت نکلنے سے منع کرنا چاہتا ہے، چنانچہ اسی وقت نکلنے پر طلاق دینا مقصود ہے، پس اس وقت رک جائے اور دوسرے وقت نکلے تو طلاق

واقع نہ ہوگی۔

سیاقِ نظم کی دلالت: وہ لفظی قرینہ جو کلام کے آگے یا پیچھے لایا گیا ہو اور وہ قرینہ اس بات پر دال ہو کہ کلام کے حقیقی معنی متروک اور غیر مراد ہے تو حقیقی معنی متروک ہو جاتا ہے۔
مثال: فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ. اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا. حقیقی معنی یہ ہیں کہ مخاطب کو ایمان و کفر کے درمیان اختیار دیا گیا ہے مگر اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا. کا قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تہدید (دھمکانا) ہے۔

نفسِ کلام کی دلالت: سیاق و سباق، محل اور عادت کی طرف نظر کئے بغیر لفظ کا اپنے مآخذ اشتقاق اور مادہ حروف کے اعتبار سے دلالت کی وجہ سے حقیقی معنی متروک ہو جاتا ہے۔
مثال: اگر کسی شخص نے کہا وَاللّٰهِ لَا اَكُلُ لَحْمًا تو یہ قسم مچھلی کے گوشت کو شامل نہ ہوگی اگرچہ لفظ لحم وضع کے اعتبار سے لحم سمک کو بھی شامل ہے لیکن لفظ لحم اپنے مآخذ اشتقاق اور مادہ حروف ل، ح، م کے اعتبار سے شدت اور قوت پر دلالت کرتا ہے۔ مچھلی میں خون نہ ہونے کی وجہ سے اس میں شدت نہیں۔ لہذا نقصانِ معنی کی وجہ سے مآخذ اشتقاق کی دلالت کی وجہ سے لحم سمک، لحم سے خارج ہو جائے گا۔

صریح: وہ لفظ ہے جس کے معنی اور مراد بالکل ظاہر ہوں اس میں کسی طرح کا احتمال نہ ہو، بلکہ لفظ کے بولتے ہی اس کی مراد سمجھ میں آجائے، جیسے بَعْتُ، اِشْتَرَيْتُ۔
صریح کا حکم: حکمِ نفسِ کلام سے متعلق ہوتا ہے اور کلام اپنے معنی اور مراد کے قائم مقام ہوتا ہے، حتیٰ کہ کلام صریح کا حکم نیت کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ کلام صریح سے بغیر نیت حکم کا ثبوت ہوتا ہے۔

کنایہ: وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو اور بغیر قرینہ کے سمجھ میں نہ آتی ہو۔ جیسے شوہر کا اپنی بیوی سے اَنْتِ بَائِنٌ کہنا۔

کنایہ کا حکم: اس پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب متکلم کی طرف سے نیت پائی جائے یا نیت کے قائم مقام دلالت حال وغیرہ کوئی چیز پائی جائے۔

تنبیہ: (۱) کلام میں صریح اصل ہے اور کنایہ خلاف اصل ہے جس میں ایک گونہ قصور ہوتا ہے۔ (۲) مجاز لوگوں کے درمیان متعارف ہونے سے پہلے کنایہ ہوتا ہے، متعارف ہونے کے بعد صریح ہو جاتا ہے۔

چوتھی تقسیم

چوتھی تقسیم اس اعتبار سے ہے کہ مجتہد احکام نظم (لفظ کی مراد) پر کس طرح واقف ہوگا۔ اس تقسیم کے تحت چار قسمیں ہیں:

- (۱) استدلال بعبارة النص (۲) استدلال باشارة النص
(۳) استدلال بدلالة النص (۴) استدلال باقتضاء النص۔

دلیل حصر: دلیل پیش کرنے والا نظم سے دلیل پیش کرے گا یا معنی سے، اگر نظم سے دلیل پیش کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں اس نظم کو معنی کے لئے قصد آیا گیا ہوگا یا نہیں، اگر اول ہے تو استدلال بعبارة النص ہے اور اگر ثانی ہے تو استدلال باشارة النص ہے۔ اور اگر معنی سے دلیل پیش کرے گا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں وہ معنی بغیر فکر و اجتہاد کے اس نظم سے لغت مفہوم ہوگا یا نہیں اگر اول ہے تو استدلال بدلالة النص ہے اور اگر ثانی ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ اس معنی پر نظم کی صحت عقلاً یا شرعاً موقوف ہوگی یا نہیں اگر اول ہے تو استدلال باقتضاء النص ہے اور اگر ثانی ہے تو استدلال فاسدہ میں سے ہے۔

تنبیہ: عبارة النص، اشارة النص، دلالت النص اور اقتضاء النص اور استدلال بعبارة النص،

استدلال باشارة النص، استدلال بدلالة النص اور استدلال باقتضاء النص کی تعریف نہیں کی گئی ہے بلکہ اس حکم اور اس بات کی تعریف کی گئی ہے جو ان چاروں سے ثابت ہوں۔

استدلال: اثر سے مؤثر کی طرف ذہن منتقل ہونا جیسے دھواں سے آگ کی طرف ذہن منتقل ہونا۔ بعض حضرات نے اس کے برعکس تعریف کی۔ مؤثر سے اثر کی طرف ذہن منتقل ہونا، یہاں پر یہی بعد والی تعریف مراد ہے۔

عبارة النص: وہ حکم ہے جس کے لئے کلام لایا گیا ہو اور کلام سے قصد اس کا ارادہ کیا گیا ہو۔

عبارة النص کا حکم: عبارة النص قطعی الدلالة علی المراد ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہونے والے حکم پر قطعی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

عبارة النص اور نص میں فرق: عبارة النص میں جو سوق ہوتا ہے وہ صرف مقصود ہوتا ہے، خواہ اصلی ہو خواہ غیر اصلی ہو۔ اور نص میں جو سوق ہوتا ہے وہ مقصود اصلی ہوتا ہے۔ گویا عبارة النص میں سوق اس سوق سے عام ہوتا ہے جو سوق نص میں ہوتا ہے۔ الغرض ان دونوں میں عام خاص مطلق کی نسبت ہے۔ عبارة النص اعم مطلق ہے اور نص اخص مطلق ہے۔

اشارة النص: وہ حکم ہے جو ثابت بعبارة النص کی طرح لفظ سے ثابت ہو مگر اس کے لئے کلام کو لایا نہ گیا ہو۔

عبارة النص اور اشارة النص کی مثال:

آیت: لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ (پ ۲۸) کا مقصد یہ ہے کہ فقراء مہاجرین کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ واجب ہے اور کلام کو اسی مقصد کے لئے لایا گیا ہے، لہذا فقراء مہاجرین کے لئے مال غنیمت میں سے حصہ واجب ہونا ثابت بعبارة النص ہے اور اس آیت میں مہاجرین کے اموال سے ان کی

ملک زائل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات للفقراء کے صیغہ سے مفہوم ہے اور کلام کا مسوق و مقصود نہیں ہے تو مکہ کے اموال سے مہاجرین کی ملک کا زائل ہونا اور کفار کی ملک میں آجانا اشارۃ النص سے ثابت ہے۔

دلالت النص: وہ حکم و معنی ہے جو معنی نص سے لغتاً ثابت ہو نہ کہ رائے سے استنباط و اجتہاد کے طور پر۔ یعنی مجتہد کے اجتہاد کو اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

مثال: ضرب و شتم اور ہراس طریقہ کے اختیار کرنے کا حرام ہونا جس سے والدین کو ایذا پہنچتی ہو، کیوں کہ فَلَا تَقْلُ لَّهُمَا أَقِ کے معنی التزامی ”ایلام“ سے یہ بھی مفہوم ہے کہ والدین کو ضرب و شتم اور دیگر طریقوں سے ایذا مت پہنچاؤ اس کو جاننے کے لئے کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر لغت عرب کا جاننے والا اس کو سمجھ لے گا۔

تنبیہ: دلالت النص کی تعریف میں معنی سے مراد وہ التزامی معنی ہے جو معنی لفظ سے لغتاً مفہوم ہوتا ہے، وہ معنی مراد نہیں ہے جو لفظ کا موضوع لہ ہوتا ہے۔

دلالت النص کا حکم: ثابت بدالات النص، ثابت باشارة النص کے مثل ہے قطعی اور مفید یقین ہونے میں۔

یعنی دلالت النص اور اشارۃ النص دونوں قطعی الدلالات اور مفید یقین ہیں مگر تعارض کے وقت دلالت النص اشارۃ النص کی بہ نسبت کمتر ہوگی، چنانچہ اشارۃ النص پر عمل کرنا اولیٰ ہوگا اور اسی کو ترجیح حاصل ہوگی۔

تنبیہ: ثابت بدالات النص میں عموم و خصوص جاری نہیں ہوتا ہے۔ جب کہ ثابت باشارة النص میں عموم و خصوص جاری ہوتا ہے۔

اقتضاء النص یعنی مقتضی: نص یعنی منصوص علیہ پر ایسی چیز کی زیادتی کا نام ہے جو منصوص علیہ کے صحیح ہونے کی شرط بن کر ثابت ہوئی ہو۔ (گویا وہ زیادتی نص کی چاہی

ہوئی ہوتی ہے۔

مقتضیٰ کی مثال: کسی کا قول کسی سے اَعْتَقُ عَبْدَكَ عَنِّي بِالْفِ دِرْهَمٍ صحیح ہونے کے لئے بیع اور توکیل بالاعتاق کا تقاضا کرتا ہے۔ لہذا بیع اور توکیل مقتضیٰ ہے اس کی اصل عبارت ہوئی بَعْ عَبْدَكَ عَنِّي بِالْفِ دِرْهَمٍ ثُمَّ كُنْ وَكِيلِي بِالْإِعْتَاقِ۔

مقتضیٰ کا حکم: حکم قطعی کو ثابت کرنے میں دلالت النص اور مقتضیٰ دونوں برابر ہیں جس طرح دلالت النص سے ثابت ہونے والا حکم قطعی ہوتا ہے اسی طرح مقتضیٰ سے ثابت ہونے والا حکم بھی قطعی ہوگا۔ مگر تعارض کے وقت دلالت النص کو مقتضیٰ پر ترجیح حاصل ہوگی۔ یعنی دلالت النص سے ثابت ہونے والے حکم پر عمل ہوگا۔ اور مقتضیٰ سے ثابت شدہ حکم متروک ہوگا۔

تنبیہ: مقتضیٰ اپنے حکم کے ساتھ ملکر نص (کلام منصوص علیہ) یعنی مقتضیٰ کا حکم واقع ہوگا اور مقتضیٰ کی طرف منسوب ہوگا۔

اختیاری

مقتضیٰ: وہ کلام منصوص علیہ جس کی صحت اس زیادتی پر موقوف ہے۔

اقتضاء: شرع کا اس بات پر دلالت کرنا کہ کلام منصوص علیہ اس زیادتی کے بغیر درست نہیں ہے۔ بعض نے فرمایا کلام منصوص علیہ کا اس زیادتی کو طلب کرنا۔ بعض نے کہا کہ مقتضیٰ اور مقتضیٰ کے درمیان نسبت کا نام ہے۔

محذوف: وہ چیز ہے جس کو کلام سے اختصار کے پیش نظر ساقط کر دیا گیا ہو۔ اور باقی کلام اس پر دلالت کرتا ہو۔

مقتضیٰ اور محذوف میں فرق

فرق نمبر (۱) مقتضیٰ شرعاً ثابت ہوتا ہے اور محذوف لغتاً ثابت ہوتا ہے۔

وضاحت: یعنی اگر کلام کے اندر زیادتی کسی حکم شرعی کی وجہ سے ہوئی نہ کہ حکم لغوی کی وجہ سے تو یہ زیادتی مقتضیٰ ہے اور اگر حکم لغوی کی وجہ سے ہوئی نہ کہ حکم شرعی کی وجہ سے تو یہ زیادتی محذوف ہے۔

فرق نمبر (۲) مقتضیٰ (بالفتح) کے ظہور و وجود کے وقت مقتضیٰ (بالکسر) اپنی سابقہ حالت پر ثابت اور برقرار رہتا ہے، اس میں لفظ اور معنی کے اعتبار سے کسی طرح کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا ہے۔ جب کہ محذوف کو جب مقدر مان کر ذکر کیا جاتا ہے تو کلام لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے اپنی سابقہ حالت پر برقرار نہیں رہتا ہے بلکہ متغیر ہو جاتا ہے۔

فرق نمبر (۳) ہمارے نزدیک مقتضیٰ میں نہ عموم ہوتا ہے اور نہ خصوص، جب کہ محذوف میں عموم و خصوص دونوں ہوتے ہیں۔

امام شافعی کے نزدیک محذوف کی طرح مقتضیٰ میں بھی عموم و خصوص دونوں جاری ہوتے ہیں۔



وجوہِ فاسدہ

احناف کے نزدیک استدلال صرف چار ہیں: عبارة النص، اشارة النص، دلالة النص، اقتضاء النص۔ احناف صرف ان چاروں طریقوں پر استدلال کرتے ہیں، ان کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ پر استدلال نہیں کرتے، لیکن علماء احناف کے علاوہ دوسرے حضرات ان چار طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقوں پر استدلال کرتے ہیں، احناف کے نزدیک استدلال کے وہ طریقے فاسد ہیں۔ ان فاسد طریقوں کو وجوہِ فاسدہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

حسامی میں پانچ وجوہِ فاسدہ بیان کئے گئے ہیں:

(۱) جب کسی حکم کو اس کے اسم علم (ذاتی نام) کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس سے یہ ثبوت ہوتا ہے کہ یہ حکم اس شے کے ساتھ خاص ہے اور وہ اس میں یہ حکم نہیں پایا جاسکتا ہے۔
(۲) جب حکم کسی شرط پر معلق ہو یا حکم کی نسبت ایسے مستحکم (ذات) کی طرف کی جائے جس میں کسی خاص وصف کی رعایت کی گئی ہو تو ان دونوں صورتوں میں شرط نہیں پائی جائے گی تو حکم نہیں پایا جائے گا۔ اور ایسے ہی اگر وہ وصف نہ پایا جائے تو بھی حکم نہ پایا جائے گا۔

(۳) مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، یعنی اگر کوئی حکم قرآن میں ایک جگہ مطلق بیان کیا گیا ہے اور دوسری جگہ مقید بیان کیا گیا ہے تو حکم مطلق کو حکم مقید پر محمول کیا جائے گا۔

(۴) جب کوئی حکم عام کسی سبب کے تحت نازل ہوا ہوگا تو اس حکم عام کو اسی سبب کے ساتھ خاص مانا جائے گا۔

(۵) اگر عبارت میں اتصال ہوگا تو دونوں کے حکم میں بھی اتصال ہوگا یعنی اگر ایک ہی عبارت اور سیاق میں متصلاً دو حکم مذکور ہوں تو دونوں کے حکم میں بھی اتصال ہوگا۔

امر کی بحث

امر: کسی شخص کا برتر بن کر کسی سے اِفْعَلُ کہنا۔

اِفْعَلُ کی مراد: ہر وہ لفظ جو طلب فعل پر دلالت کرتا ہو اور اس کا آخر ساکن ہو خواہ امر حاضر ہو خواہ امر غائب ہو، خواہ امر متکلم ہو، معروف ہو یا مجہول ہو۔

فائدہ: امر خاص کی قبیل سے ہے، کیوں کہ صیغہ امر فعل کی گردانوں میں سے ایسا خاص لفظ ہے جو معنی خاص (معنی معین معلوم) یعنی طلب فعل پر دلالت کرتا ہے۔

تنبیہ: صیغہ امر اور معنی امر یعنی وجوب کے درمیان جانبدار سے اختصاص ہے، صیغہ امر سے صرف وجوب ثابت ہوگا اور وجوب صرف صیغہ امر سے ثابت ہوگا۔

امر، التماس اور دعا میں فرق: امر میں طلب فعل علی سبیل الاستعلاء ہوتا ہے۔ التماس میں طلب فعل مع التساوی ہوتا ہے۔ دعا میں طلب مع الخضوع ہوتا ہے۔

امر کا موجب و حکم: جمہور کے نزدیک امر کا موجب الزام یعنی وجوب ہے، ہاں اگر وجوب کے خلاف اباحت و ندب وغیرہ دوسرے معنی پر دلیل و قرینہ موجود ہو تو امر اس معنی پر محمول ہوگا۔

وجوب: فعل کا جائز ہونا اور ترک فعل کا حرام ہونا۔

ندب: فعل اور ترک فعل دونوں کا جائز ہونا مگر فعل کا رائج ہونا اور ترک فعل کا مرجوح ہونا۔

اباحت: فعل اور ترک فعل دونوں کا جائز ہونا مگر کسی کو کسی پر ترجیح کا حاصل نہ ہونا۔

فائدہ: امر وجوب کا فائدہ دینے میں ممانعت سے پہلے اور ممانعت کے بعد یکساں و برابر

ہے۔ یعنی ممانعت سے پہلے اور ممانعت کے بعد دونوں صورت میں امر کا موجب وجوب ہے۔
تکرار نہ تو امر کا موجب ہے اور نہ ہی امر کا محتمل ہے۔

تکرار: کسی فعل کا بار بار واقع ہونا۔

موجب و محتمل میں فرق: موجب بغیر قرینہ کے ثابت ہوتا ہے۔ اور محتمل بغیر قرینہ کے ثابت نہیں ہوتا ہے۔

امر کی دو قسمیں ہیں: (۱) مطلق عن الوقت (۲) مقید بالوقت

مطلق عن الوقت: وہ امر ہے جس میں مامور بہ کسی وقت محدود کے ساتھ اس طرح مقید نہ ہو کہ اس کے فوت ہونے سے مامور بہ کی ادا فوت ہو جائے۔ جیسے امر بالزکوٰۃ۔

مقید بالوقت: وہ امر ہے جس میں مامور بہ ایسے معین و محدود وقت کے ساتھ مقید ہو کہ جس کے فوت ہونے سے مامور بہ کی ادا فوت ہو جائے۔

مقید بالوقت کی تین قسمیں ہیں:

(۱) وقت موذی کے لئے ظرف ہو۔ ادا کے لئے شرط ہو اور وجوب کے لئے سبب

ہو۔ جیسے نماز کا وقت۔

حکم: مامور بہ دوسرے فعل کے منافی نہیں ہوتا۔ اس وقت میں اسی جنس کی دوسری عبادت بھی کی جاسکتی ہے۔

(۲) وقت مامور بہ کے لئے معیار ہو اور اس کے وجوب کے لئے سبب ہو جیسے

روزہ کا وقت۔

حکم: اس وقت میں مامور بہ کی جنس کی دوسری عبادت مشروع نہیں رہتی۔

(۳) مامور بہ ایسے وقت کے ساتھ مقید و موقت ہو جس وقت کا حال مشکل و مشتبہ

ہو۔ توسع اور تضییق کی معرفت دشوار ہو جیسے حج کا وقت۔

حکم: امام محمد کے نزدیک حج علی التراخی واجب ہے بہ شرطے کہ عمر میں فوت نہ ہو۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حج کی ادائیگی کے لئے پہلا سال متعین ہے گویا امام محمدؒ نے ظرف ہونے کا لحاظ کیا، امام ابو یوسفؒ نے معیار ہونے کا لحاظ کیا۔

امر سے ثابت ہونے والی چیز کی دو قسم ہے: (۱) ادا (۲) قضا۔

ادا: واجب کے سبب کی وجہ سے جو چیز امر کے ذریعہ ذمہ میں ثابت ہوتی ہے بعینہ اس کو اس کے مستحق کی طرف سپرد کرنا۔

قضا: امر کے ذریعہ واجب ہونے والی چیز کو ایسے مثل کے ذریعہ سے ساقط کرنا جو مثل مکلف کے پاس سے ہو اور اس کا حق ہو۔

عام مشائخ احناف کے نزدیک قضا بمثل معقول اسی سبب سے واجب ہوتی ہے جس سے ادا واجب ہوئی ہے۔ قضا کے لئے کسی سبب جدید اور نص جدید کا ہونا ضروری نہیں ہے، اور بعض مشائخ کے نزدیک قضا کے لئے ادا کے سبب کے علاوہ نئے سبب کا ہونا ضروری ہے۔

قضا بمثل غیر معقول کے لئے بالاتفاق سبب جدید اور نص جدید کا ہونا ضروری ہے۔ ادا کی دو قسم ہے: (۱) ادا محض (۲) ادا مشابہ بالقضا۔

اداء محض: وہ ادا ہے جس میں کسی بھی اعتبار سے قضا کے ساتھ مشابہت نہ ہو، نہ تغیر وقت کے اعتبار سے اور نہ التزام کے اعتبار سے۔

اداء مشابہ بالقضاء: وہ ادا جس میں التزام کے اعتبار سے قضا کے ساتھ مشابہت ہو جیسے لاحق کا فعل امام کے فارغ ہونے کے بعد۔

اداء محض کی دو قسم ہے: (۱) اداء کامل (۲) اداء قاصر۔

حسامی میں اداء محض سے اداء محض کامل مراد ہے۔

ادا کامل: وہ ہے جس کو انسان اس کے وصف کامل کے ساتھ اس طریقہ پر ادا کرے جس پر وہ مشروع ہے جیسے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا۔

اداء قاصر: وہ ہے جس کو انسان اس طریقہ پر ادا نہ کرے جس پر وہ مشروع ہے۔ جیسے بغیر جماعت منفرداً نماز ادا کرنا۔

قضا کی دو قسم ہے: (۱) قضا بمثل معقول (۲) قضا بمثل غیر معقول۔

قضا بمثل معقول: عقل اس کی مماثلت کا ادراک کر سکے جن کے ادا اور قضا کے درمیان صورتہ و معنی مشابہت ہو۔ جیسے نماز کی قضا نماز کے ذریعہ۔

قضا بمثل غیر معقول: شرع کے بغیر محض عقل سے اس کی مماثلت کا ادراک نہ کیا جاسکے، جیسے فدیہ شیخ فانی کے لئے روزہ کے عوض میں۔

قدرت ممکنہ: وہ ادنیٰ درجہ کی قدرت ہے جس کے ذریعہ مکلف مامور بہ کے ادا کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

قدرت میسرہ: وہ قدرت جو آسانی اور سہولت پیدا کرنے کے لئے ہو۔

قدرت ممکنہ اور قدرت میسرہ میں فرق:

جو عبادت قدرت ممکنہ کی وجہ سے واجب ہوتی ہے وہ قدرت ممکنہ کے ختم ہو جانے سے مکلف کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ اور جس عبادت کے وجوب میں قدرت میسرہ شرط ہے اس میں قدرت میسرہ ختم ہونے سے وجوب بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

تنبیہ: قدرت ممکنہ کا متوہم الوجود ہونا شرط ہے متحقق الوجود ہونا شرط نہیں ہے۔ قدرت کا متحقق الوجود ہونا ادا پر مقدم نہیں ہوتا بلکہ ادا کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور قدرت کا متوہم الوجود ہونا ادا پر مقدم ہوتا ہے۔

مامور بہ کے لئے صفت حسن کا پایا جانا ضروری ہے، کیوں کہ آمر حکیم (اللہ) ہے

اور حکیم اچھی چیزوں کا امر کرتا ہے۔ پس حکیم جس چیز کا امر کرے گا یعنی مامور بہ وہ یقیناً حسن ہوگی۔

مامور بہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) حسن لعینہ (۲) حسن لغیرہ
حسن لعینہ: وہ مامور بہ جس میں حسن ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو معنی اس مامور بہ میں موجود ہو جیسے نماز۔

حسن لغیرہ: وہ مامور بہ جس میں حسن ایسے معنی کی وجہ سے ہو جو معنی اس کے غیر میں ہے جیسے وضو۔

حسن لعینہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ مامور بہ جن کی ذات وضع میں وہ معنی موجود ہوں جس کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے جیسے نماز۔

(۲) وہ مامور بہ جو بالواسطہ حسن لعینہ سے ملحق ہو جیسے روزہ، زکوٰۃ۔

حسن لعینہ کی دونوں قسموں کا حکم: جب مامور بہ ثابت ہو گیا تو وہ صرف دو طریقوں سے ساقط ہو سکتا ہے اول یہ کہ مکلف مامور بہ کو ادا کر دے یا پھر کوئی ایسا عارض پیش آجائے جس کو بنفسہ واجب کو ساقط کرنے میں تاثیر ہو۔

حسن لغیرہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) یہ کہ جن معنی کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے وہ مامور بہ کے بعد مستقل فعل سے حاصل ہو۔ یعنی مامور بہ کے ادا کرنے سے وہ غیر جس کی وجہ سے حسن آیا ہے ادا نہ ہو بلکہ اس کے لئے مستقل فعل کرنے کی ضرورت پڑے جیسے وضو۔

(۲) یہ ہے جس غیر کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے وہ غیر نفس مامور بہ سے ادا ہو جائے مستقل کسی عمل کی ضرورت نہ پڑے، جیسے جہاد، نماز جنازہ۔ مثال اول میں وہ

غیر اعلاء کلمۃ اللہ اور دفع شرک ہے جب کہ دوسری مثال میں تعظیم مسلم ہے۔
حسن لغیرہ کی دونوں قسم کا حکم: جب تک وہ غیر جس کی وجہ سے مامور بہ میں حسن آیا ہے باقی رہے گا تو مامور بہ بھی باقی رہے گا اور غیر ساقط ہو جائے گا تو مامور بہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

نہی کا بیان

نہی: کسی دوسرے سے استعلاء کے طور پر لا تفعل کہنا۔
فائدہ: نہی خاص کی قبیل سے ہے کیوں کہ نہی ایسا لفظ ہے جو معنی معلوم یعنی تحریم کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

منہی عنہ کی دو قسم ہے: (۱) فتیح لعینہ (۲) فتیح لغیرہ
فتیح لعینہ: وہ منہی عنہ ہے جس کی ذات میں فتیح ہو۔
فتیح لغیرہ: وہ منہی عنہ ہے جس کی ذات میں فتیح نہ ہو بلکہ غیر کی وجہ سے اس میں فتیح آیا ہو۔
فتیح لعینہ کی دو قسم ہے: (۱) فتیح لعینہ وضعاً (۲) فتیح لعینہ شرعاً
فتیح لعینہ وضعاً: وہ ہے جس کا فتیح وضعی ہو ورنہ شرع پر موقوف نہ ہو بلکہ اس کی قباحت عقلی ہو جیسے کفر۔

فتیح لعینہ شرعاً: وہ ہے جس کا فتیح محض شرع سے معلوم ہو، عقل اس کے فتیح کا ادراک کرنے سے قاصر ہو۔ جیسے حالتِ حدث میں نماز۔

فتیح لعینہ کی دونوں قسم کا حکم: منہی عنہ من کل وجہ غیر مشروع ہوتا ہے، نہ تو ذاتاً مشروع ہوتا ہے نہ ہی وصفاً۔

فتیح لغیرہ کی دو قسم ہے: (۱) فتیح لغیرہ وصفاً (۲) فتیح لغیرہ مجاوراً

فتیح لغیرہ وصفاً: یہ ہے کہ وہ معنی غیر جس کی وجہ سے منہی عنہ میں قباحت آتی ہے وہ منہی عنہ کے ساتھ وصف لازم کے طور پر متصل ہو بایں طور کہ منہی عنہ سے کبھی جدا نہ ہوتا ہو۔ جیسے یومِ نحر کا روزہ۔

فتیح لغیرہ مجاوراً: یہ ہے کہ معنی غیر جس کی وجہ سے منہی عنہ میں قباحت آتی ہے منہی عنہ کا وصف لازم نہ ہو بلکہ اتفاقاً اجتماع ہو گیا ہو۔ جیسے بیع بہ وقتِ ندا۔

فتیح لغیرہ وصفاً کا حکم: فعل منہی عنہ فاسد ہوگا۔

فتیح لغیرہ مجاوراً کا حکم: منہی کے بعد بھی منہی عنہ مشروع اور صحیح ہوگا۔ افعالِ حسیہ سے منہی فتیح لعینہ پر واقع ہوگی اور افعالِ شرعیہ سے منہی فتیح لغیرہ وصفاً پر واقع ہوگی۔

افعالِ حسیہ: وہ افعال ہیں جن کے معانی و مفاہیم جو شریعت کے آنے سے پہلے تھے، وہی بعد میں بھی ہوں۔ ان میں تبدیلی نہ ہوئی ہو۔ جیسے زنا، قتل وغیرہ۔

افعالِ شرعیہ: وہ افعال ہیں جن کے معانی و مفاہیم جو شریعت کے آنے سے پہلے تھے وہ بعد میں نہ ہوں بلکہ شریعت کے آنے کے بعد تغیر واقع ہوا ہو، جیسے صلوٰۃ، صوم وغیرہ۔

امر اور نہی کا حکم ان کی ضد میں

اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ امر بالشی اس کی ضد سے نہ تو نفس نہی ہوگا اور نہ ہی کو متضمن ہوگا۔ اسی طرح نہی عن الشی نہ تو اس کی ضد کا امر ہوگا اور نہ امر کو متضمن ہوگا۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ امر بالشی اس کی ضد سے نفس نہی ہے۔ اسی طرح نہی عن الشی اس کی ضد کا نفس امر ہے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ امر بالشی اس کی ضد سے نفس نہی تو نہیں ہے البتہ نہی کو متضمن ہے۔ اسی طرح نہی عن الشی اس کی ضد کا نفس امر تو نہیں ہے البتہ اس کی ضد کے

امر کو متضمن ہے۔

مذہب مختار یہ ہے کہ امر بالشی اس چیز کی ضد کے مکروہ تحریمی ہونے کا تقاضا کرتا ہے جب کہ ضد کے ساتھ مشغول ہونا مامور بہ کو فوت نہ کرتا ہو، اور اگر مشغول ہونا مامور بہ کو فوت کرے تو ضد پر عمل کرنا حرام ہوگا۔

اور نہی عن الشی اس شی کی ضد میں اثبات سنت کا تقاضا کرتی ہے۔

دین کے اصول اور فروع شریعت اسلام میں ان اسباب کے ساتھ مشروع ہیں جن کو شارع نے اصول اور فروع کے لئے اسباب بنایا ہے۔

سبب کا لغوی معنی: وہ چیز جس کے ذریعہ مقصود تک رسائی ممکن ہو۔

سبب کا شرعی مفہوم: ہر وہ وصف ظاہر جو منضبط ہو اور نقلی دلیل اس بات پر دلالت کرے کہ وہ وصف حکم شرعی کو ثابت کرنے کے لئے معترف اور شناخت کا ذریعہ ہے۔

سبب سے نفس وجوب ثابت ہوتا ہے جب کہ امر سے وجوب ادا کا ثبوت ہوتا ہے۔

سببیت کے پہچاننے کی دو علامتیں ہیں:

(۱) ایک یہ کہ حکم سبب کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے صلوٰۃ العصر، صوم رمضان۔

(۲) دوسری علامت یہ ہے کہ حکم سبب کے لئے لازم ہوتا ہے اور سبب کے تکرار

سے حکم مکرر ہوتا ہے۔

عزیمت: احکام شرع میں وہ چیز ہے جو اصل ہو اور عوارض کے ساتھ متعلق نہ ہو، جیسے رمضان کا روزہ۔

رخصت: احکام شرع میں وہ چیز ہے جو بندوں کے اعذار پر مبنی ہو جیسے عذر سفر کی وجہ سے قصر صلوٰۃ کی مشروعیت۔

عزیمت کی چار قسم ہے: (۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) نفل۔

فرض: وہ حکم ہے جس کا ثبوت ایسی دلیل سے ہو جس میں شبہ نہ ہو جیسے ایمان، پنجوقتہ نماز وغیرہ۔

حکم فرض: اس کی فرضیت کا قائل ہونا، قلب سے تصدیق کرنا نیز جوارح سے اس پر عمل کرنا لازم ہے، یہاں تک کہ فرض کے منکر کی تکفیر کی جائے گی اور بلا عذر تارک کی تفسیق کی جائے گی۔

واجب: وہ حکم ہے جس کا ثبوت ایسی دلیل سے ہو جس میں شبہ ہو جیسے تعدیل ارکان۔
حکم واجب: عمل بالجوارح کا لازم ہونا، البتہ فرضیت کا اعتقاد لازم نہیں ہے۔ اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ واجب کو غیر اہم سمجھ کر ترک کرنے والے کی تفسیق کی جائے گی اور تاویل کے ساتھ ترک کرنے والے کی تفسیق نہیں کی جائے گی۔

سنت: دین میں رائج طریقہ

حکم سنت: بغیر فرض اور بغیر وجوب کے اس کی بجا آوری مطلوب ہے۔

سنت کی دو قسم ہے: (۱) سنت ہدیٰ (۲) سنت زوائد

سنت زوائد: وہ سنت ہے جس کا تارک ملامت اور سزا کا مستحق نہ ہو۔ اس کی مثال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتیں۔ آپ کا کھڑا ہونا۔ بیٹھنا، سونا وغیرہ۔

سنت ہدیٰ: وہ سنت ہے جس کا ترک کرنے والا ملامت اور سزا کا مستحق ہو جیسے اذان، جماعت، اقامت۔

نفل: وہ خاص زیادتی جو فرائض، واجبات اور سنتوں پر ہو جو ہمارے فائدے کے لئے مشروع ہونہ کہ ہمارے نقصان کے لئے۔

حکم نفل: اس کے کرنے پر ثواب ملے گا چھوڑنے پر سزا نہیں ملے گی، شروع کر کے چھوڑنے پر ضامن ہوگا۔

رخصت کی چار قسمیں ہیں: اولاً دو قسم (۱) حقیقی رخصت، (۲) مجازی رخصت۔ پھر حقیقی رخصت کی دو قسم ہیں (۱) احق، (۲) غیر احق۔ مجازی رخصت کی بھی دو قسم ہیں (۱) اتم، (۲) غیر اتم۔

حقیقی رخصت: یہ ہے کہ رخصت کا اطلاق حقیقہ ہو۔

مجازی رخصت: یہ ہے کہ رخصت کا اطلاق مجازاً ہو۔

وجود عزیمت کے وقت رخصت کا اطلاق حقیقت ہے۔

عزیمت کے موجود نہ ہونے کی صورت میں رخصت کا اطلاق مجاز ہے۔

حقیقی رخصت احق: یہ ہے کہ سبب حرمت اور حرمت کے قائم ہونے کے باوجود اباحت کا معاملہ کیا جائے۔ مثلاً مکروہ کا اپنی زبان پر کلمہ کفر جاری کرنا۔

حقیقی رخصت غیر احق: یہ ہے کہ سبب حرمت کے موجود ہونے اور حکم سبب کے موخر ہونے کے باوجود اباحت کا معاملہ کیا جائے، جیسے مریض و مسافر کا افطار۔

حقیقی رخصت احق کا حکم: عزیمت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

حقیقی رخصت غیر احق کا حکم: عزیمت پر عمل کرنا افضل ہے جب کہ نفس کے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو، اگر نفس کے ہلاک ہونے کا خوف ہوگا تو رخصت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مجازی رخصت اتم: وہ احکام شاقہ اور مجاہدے ہیں جو ہم سے اٹھائے گئے ہیں، حتیٰ کہ مشروع بھی نہیں ہیں۔ جیسے خطا کا راعضاء کو کاٹ دینا۔

مجازی رخصت غیر اتم: وہ احکام جو فی الجملہ بعض مواضع میں مشروع ہونے کے باوجود بعض مواقع میں بندوں سے ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے تعین مبیع جو تمام بیع میں شرط ہے مگر بیع سلم میں ساقط ہے۔

سنت کا بیان

سنت: لغت میں طریقہ اور عادت کا نام ہے۔ اور شرع میں سنت کا اطلاق ہوتا ہے ان عبادات نافلہ پر جس کے کرنے پر ثواب ملے اور چھوڑنے پر سزا نہ ملے۔

بیانِ ادلہ کے موقع پر سنت سے مراد وہ قول و فعل اور تقریر ہے جس کا صدور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے علاوہ ہوا ہو۔

سنت وحدیث میں فرق: سنت کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور سکوت اسی طرح صحابہ کے اقوال و افعال پر ہوتا ہے اور حدیث کا اطلاق صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال پر ہوتا ہے۔ لہذا سنت عام ہے اور حدیث خاص ہے۔

وہ تمام تقسیمات و اقسام جو کتاب اللہ میں جاری ہوتی ہیں سنتِ رسول یعنی قول رسول میں بھی جاری ہوں گی۔

ہمارے پاس سنت کے پہنچنے کے اعتبار سے سنت کی دو قسم ہے:

(۱) مرسل (۲) مسند

مرسل: وہ سنت ہے جس میں راوی ان واسطوں کو چھوڑ دے جو اس کے درمیان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہو اور کہے قال النبی ﷺ کذا۔

مسند: وہ سنت ہے جس میں راوی تمام واسطوں اور راویوں کا ذکر کرے اور کہے: حدثنا فلان عن فلان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مرسل کی چار قسم ہے:

(۱) صحابی کی مرسل (۲) تابعی اور تبع تابعی کی مرسل (۳) صحابی، تابعی اور تبع

تابعی کے بعد والوں کی مرسل (۴) من وجہ مرسل اور من وجہ مسند۔

صحابی کی مرسل: صحابی نے اپنے شیخ کا ذکر نہ کیا ہو اور براہ راست قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔

تابعی اور تبع تابعی کی مرسل: تابعی نے صحابی کا ذکر نہ کیا ہو اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔ تبع تابعی نے تابعی اور صحابی دونوں کا ذکر نہ کیا ہو اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔ یا تابعی کا ذکر نہ کیا ہو اور صحابی کا ذکر کر کے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیا ہو۔

صحابی، تابعی اور تبع تابعی کے بعد والوں کی مرسل: صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے بعد کے راویوں میں سے کسی عادل راوی نے ارسال کیا ہو، درمیان کے واسطوں کو ذکر نہ کیا ہو۔

من وجہ مرسل من وجہ مسند: ایک راوی نے ارسال کیا ہو اور ایک راوی نے اسناد و اتصال کیا ہو۔ یا ایک راوی نے ایک مرتبہ اسناد کیا ہو اور ایک مرتبہ ارسال کیا ہو۔

فائدہ: مرسل من الصحابی سماع پر محمول ہے۔ یعنی صحابہ کی روایات کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ انھوں نے بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اس وجہ سے مرسل من الصحابی بالا جماع مقبول ہے۔

مرسل من التابعی و تبع تابعی علماء احناف اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک مقبول ہے کیوں کہ ارسال کرنے والے راوی کے لئے اس حدیث کے ثبوت کا معاملہ بالکل واضح ہو گیا اور اس کی صحت کا پورا پورا یقین ہو گیا اس بنا پر اپنے اوپر کے راوی کا ذکر ترک

کر دیا۔

مرسل من التابعی و تبع تابعی مسند واحد سے فائق ہے، مرسل اور مسند میں تعارض کے وقت مرسل کو ترجیح حاصل ہوگی۔ کیوں کہ راوی کو حدیث مسند میں اس کی صحت پر کامل اعتماد نہیں ہوتا، اس لئے اپنے سر سے ذمہ داری ہٹا کر اس کے سر ڈال دیتا ہے جس سے سنا ہے۔

صحابی تابعی اور تبع تابعی کے بعد والوں کی مرا سیل کے بارے میں علماء احناف کا اختلاف ہے۔ ہمارے بعض مشائخ مثلاً امام کرخیؒ کے نزدیک ان حضرات کی مرا سیل کو قبول کیا جائے گا۔ اور دوسرے بعض مشائخ مثلاً عیسیٰ ابن ابانؒ کے نزدیک قرون ثلاثہ کے بعد کے لوگوں کی مرا سیل مقبول نہ ہوں گی۔ لیکن علماء احناف کا یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ ثقہ لوگ قرون ثلاثہ کے بعد کے لوگوں کی مرا سیل کو روایت نہ کرتے ہوں۔ ہاں اگر ثقہ لوگ ان کی مرا سیل کو ان کی مسانید کی طرح روایت کرتے ہوں تو ان کی مرا سیل کو قرون ثلاثہ کی مرا سیل کی طرح بالاتفاق قبول کیا جائے گا۔

امام شافعیؒ کے نزدیک صحابہ کی مرا سیل مقبول ہے، اور صحابہ کے بعد کے لوگوں میں صرف سعید بن المسیبؒ کی مرا سیل کو قبول کرتے ہیں۔

مسند کی چند (یعنی تین) قسمیں ہیں: (۱) متواتر (۲) مشہور (۳) خبر واحد۔

متواتر: وہ خبر ہے جس کے روایت کرنے والے ہر دور میں اتنے ہوں کہ ان کی تعداد کو شمار نہ کیا جاسکتا ہو، علاوہ ازیں ان کی کثرت، ان کی عدالت اور ان کی رہائش گاہوں کی دوری کی بنا پر ان کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن اور محال ہو۔ جیسے قرآن کی نقل۔ پانچوں نمازوں کی رکعتوں کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقادیر وغیرہ۔ یہ مثالیں مطلق متواتر کی ہیں نہ کہ متواتر السنہ کی۔

متواتر کا حکم: خبر متواتر سے علم یقینی بدیہی حاصل ہوتا ہے۔

مشہور: وہ خبر ہے جو اصل یعنی قرن صحابہ میں خبر واحد ہو مگر قرن ثانی اور قرن ثالث میں اس کے روایت کرنے والے اتنے ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق کرنا ممکن اور متوہم نہ ہو۔

مشہور کا حکم: چونکہ خبر مشہور متواتر کے درجہ میں ہوگئی اس لئے امام ابو بکر جصاصؒ نے کہا کہ خبر مشہور خبر متواتر کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ اس سے استدلال کے طریقے پر علم یقین کا ثبوت ہوگا، گویا ان کے نزدیک متواتر کی دو قسم ہے، ایک قسم وہ ہے جو اوپر گزری۔ اور دوسری قسم خبر مشہور۔

عیسیٰ بن ابان کا قول ہے کہ خبر مشہور متواتر سے کمتر اور خبر واحد سے فائق ہے، اس سے علم طمانینت حاصل ہوگا، اس کا منکر گمراہ اور فاسق تو کہا جائے گا لیکن کافر نہ کہا جائے گا۔

خبر واحد: وہ خبر ہے جس کے راوی ہر دور میں ایک یا دو یا اس سے زیادہ ہوں لیکن مشہور اور متواتر کی حد کو نہ پہنچے ہوں۔ خبر واحد کی مثال حدیث لا صلوة الا بفاتحة الكتاب ہے

خبر واحد کا حکم: آٹھ شرطوں کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہے، چار شرط کا تعلق تو نفس خبر سے ہے اور چار شرط کا تعلق مخبر (خبر دینے والے) سے ہے۔

جن چار شرطوں کا تعلق نفس خبر سے ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) خبر واحد کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو۔

(۲) خبر واحد سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔

(۳) خبر واحد ایسے واقعہ میں آئی ہو جس کا تعلق عام لوگوں سے نہ ہو۔

(۴) خبر واحد ایسے واقعہ میں آئی ہو جس میں صحابہ کا اختلاف ظاہر نہ ہوا ہو، اور اس

سے استدلال و محاجہ کا چھوڑنا ظاہر نہ ہوا ہو۔

جن چار شرطوں کا تعلق مخبر سے ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مخبر کا مسلمان ہونا۔

(۲) عادل ہونا یعنی دین پر ثابت قدم رہنا۔

(۳) مخبر کا کامل العقل ہونا۔

(۴) مخبر کا ضابطہ ہونا یعنی مخبر کا کلام کما حقہ سننا پھر اس کے معنی کو سمجھنا یا دکرنا اور اس

کو باقی رکھنا۔

معتوہ: وہ شخص ہے جو کبھی عقلمندوں کی سی باتیں کرے اور کبھی پاگلوں جیسی، اسی طرح اس کا کام بھی خلط ملط ہو۔

مستور الحال: وہ آدمی جس کا نہ فاسق ہونا ظاہر ہو اور نہ عادل ہونا۔

معاملات تین طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) ایک وہ جن میں الزام محض ہوتا ہے۔

(۲) جن میں من وجہ الزام ہوتا ہے اور من وجہ الزام نہیں ہوتا ہے جیسے وکیل کو

معزول کرنا۔

(۳) جن میں الزام کا معنی بالکل نہیں ہوتا ہے، جیسے وکالت، مضاربہ، اذن فی

التجارة وغیرہ۔

ان تین طرح کے معاملات میں سے تیسری قسم کا حکم یہ ہے کہ ہر تمیز و شعور رکھنے

والے شخص کی خبر کا اعتبار ہوگا خواہ عادل ہو یا عادل نہ ہو بلکہ فاسق ہو، بچہ ہو یا بالغ، مسلمان

ہو یا کافر۔ یعنی تیسری قسم کے معاملات میں مخبر سے متعلق جو چار شرطیں تھیں ان کی قید نہیں

لگائی جائے گی۔

معاملات کی پہلی قسم کے اندر مخبر کی شہادت اسی وقت معتبر ہوگی جب اہلیت،

ولایت، لفظ شہادت اور عدد ہو۔ معاملات کی دوسری قسم کے اندر کسی شخص کی شہادت اسی

وقت معتبر ہوگی جب عد یا عدالت میں سے ایک ضرور موجود ہو۔

تنبیہ: (۱) وہ امور دین جن سے لزوم متعلق ہے ان کی خبر کے مخبر میں چاروں شرطوں کا ملحوظ ہونا ضروری ہے۔

(۲) صاحب ہوئی یعنی اگر کسی شخص نے اپنی ہوئی اور خواہشات کو دین و ملت بنالیا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینے لگا تو مذہب مختار کے مطابق اس کی روایت کردہ حدیث قابل قبول نہ ہوگی۔

فائدہ عظیمہ: اگر راوی یعنی صحابی فقہ کے ساتھ اور اجتہاد میں دوسرے حضرات صحابہ پر تقدم و فوقیت کے ساتھ مشہور ہو تو قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں خبر واحد حجت ہوگی اور اس کی وجہ سے قیاس متروک ہوگا۔

معروف بالفقہ حضرات صحابہ:

خلفائے راشدین، عبادلہ ثلاثہ یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمرؓ۔ زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عائشہؓ اور ان کے علاوہ وہ حضرات جو فقہ و نظر میں مشہور ہو گئے ہوں۔

اگر راوی عدالت، حفظ اور ضبط میں معروف ہو مگر فقہ میں معروف نہ ہو تو قیاس کے موافق ہونے کی صورت میں ان کی خبر واحد پر عمل کیا جائے گا، اور قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں متروک ہوگی اور قیاس پر عمل کیا جائے گا۔ کیوں کہ اگر مخالفتِ قیاس کے باوجود حدیث پر عمل کیا گیا تو قیاس کا دروازہ من کل وجہ بند ہو جائے گا۔

اگر کوئی راوی صحابی روایت حدیث اور عدالت میں مجہول ہو اس طور پر کہ وہ صرف ایک حدیث یا دو حدیثوں سے پہچانا جاتا ہے جس کو اس نے روایت کیا ہے تو اس کی پانچ قسم ہے۔

پہلی قسم: اس مجہول راوی سے سلف یعنی ان صحابہ کرامؓ نے روایت کی ہو جو عدالت اور فقہ کے ساتھ مشہور ہیں اور اس کی حدیث کی صحت کی شہادت دی ہو۔

دوسری قسم: اس مجہول راوی کی روایت جب سلف کو پہنچی ہو تو وہ لوگ اس مجہول راوی میں طعن کرنے سے سکوت کئے ہوں۔

پہلی قسم اور دوسری قسم کا حکم:

ان دونوں قسموں میں اس مجہول راوی کی حدیث اسی درجہ کی شمار ہوگی جس درجہ میں اس راوی کی حدیث ہوتی ہے جو عدالت ضبط اور فقہ کے ساتھ معروف ہو۔ یعنی جس طرح معروف راوی کی حدیث قبول کی جاتی ہے اور اس کو قیاس پر مقدم کیا جاتا ہے اسی طرح اس مجہول راوی کی حدیث بھی قبول کی جائے گی اور اس کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا۔

تیسری قسم

مجہول راوی کی حدیث میں سلف نے اختلاف کیا ہو، اس طور پر کہ بعض نے اس کو قبول کیا ہو اور بعض نے رد کیا ہو، بشرطے کہ اس مجہول راوی سے روایت کرنے والے ثقہ لوگ ہوں۔

تیسری قسم کا حکم: حنفیوں کے نزدیک مجہول راوی کی یہ حدیث بھی معروف راوی کی حدیث کی طرح قبول کی جائے گی اور اس کو قیاس پر مقدم کیا جائے گا۔

چوتھی قسم: مجہول راوی کی حدیث کو سلف نے صرف رد کیا ہو اور اس کو قبول نہ کیا ہو۔

چوتھی قسم کا حکم: اس مجہول راوی کی یہ حدیث مردود اور غیر مقبول ہوگی اور اس کو حدیث مستنکر کہا جائے گا۔

پانچویں قسم: راوی مجہول کی حدیث سلف میں ظاہر نہ ہوئی ہو اور نہ اس کو کسی نے قبول کیا ہو اور نہ رد کیا ہو۔

پانچویں قسم کا حکم: اس راوی مجہول کی اس حدیث پر عمل کرنا واجب نہ ہوگا، البتہ جائز ہوگا۔ بشرطے کہ وہ حدیث قیاس کے مخالف نہ ہو، بلکہ موافق ہو، کیوں کہ عہد صحابہ میں عدالت ہی اصل ہے۔ پس اگر اس زمانے میں کسی راوی کا حال معلوم نہ ہو تو اس کو عادل ہی سمجھا جائے گا اور اس کی حدیث پر عمل کرنا جائز ہوگا اور اگر ہمارے زمانے میں اس طرح کا کوئی مجہول راوی ہو تو اس کی حدیث پر عمل کرنا قطعاً جائز نہ ہوگا کیونکہ ہمارے زمانے میں فسق غالب و ظاہر ہے۔

مسند کی جملہ اقسام کا خلاصہ

خبر متواتر: علم یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

خبر مشہور: علم طمانینت کا فائدہ دیتی ہے۔

خبر واحد: غالب رائے یعنی ظن کا فائدہ دیتی ہے۔

اور خبر واحد میں سے حدیث مستنکر مفید و ہم ہوتی ہے۔ اور وہ ہم کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور خبر واحد میں سے حدیث مستنکر ایسے علم کا فائدہ دیتی ہے جس میں ثبوت اور عدم ثبوت کی جہت مساوی ہو۔ پس دونوں جہتوں کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر عمل کرنا اور نہ کرنا یکساں ہوگا۔ یعنی اس پر عمل کرنا جائز ہوگا، واجب نہ ہوگا۔

اختیاری

علم الیقین: جس میں جانب مخالف کا احتمال بالکل نہ ہو۔

علم طمانینت: جو قلب میں حاصل ہو مگر اس میں کمزور سا احتمال جانب مخالف کا بھی ہو۔

ظن: جس میں ثبوت کی جہت رائج اور عدم کی جہت مرجوح ہو۔

وہم: جس میں عدم ثبوت رائج ہو۔

علم طمانینت اور ظن میں فرق: علم طمانینت میں عدم کی جہت بہت مرجوح ہوتی ہے اور ظن میں عدم کی جہت مرجوح تو ہوتی ہے لیکن اس درجہ میں نہیں۔

تنبیہ: (۱) اگر راوی روایت کرنے کے بعد قولاً یا عملاً اس کی مخالفت کی ہو یا ائمہ حدیث میں سے کسی دوسرے کی طرف سے اس کی مخالفت ہوئی ہو اور حدیث ایسی ظاہر ہو جو ائمہ صحابہ پر خفا کا احتمال نہ رکھتی ہو تو حدیث پر عمل ساقط ہو جائے گا اور منسوخ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

(۲) اگر مروی عنہ یعنی راوی کے شیخ نے حدیث کا انکار کر دیا ہو تو اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اس پر عمل ساقط ہوگا اور یہ قول حق کے زیادہ مشابہ ہے، دوسرے حضرات نے فرمایا کہ عمل ساقط نہ ہوگا۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ عمل ساقط ہونے کا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور عمل ساقط نہ ہونے کا قول امام محمدؒ کا ہے۔

طعن مبہم: وہ طعن ہے جس میں سبب طعن و جرح نہ بیان کیا گیا ہو، مثلاً ائمہ حدیث میں سے کسی شخص کا کسی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ حدیث مجروح ہے یا غیر ثابت ہے یا منکر ہے یا مطعون ہے، یا فلاں متروک الحدیث ہے یا ذاہب الحدیث ہے وغیرہ۔

تنبیہ: طعن مبہم راوی میں جرح کو ثابت نہیں کرتا ہے اور اس حدیث پر عمل کو منع نہیں کرتا ہے، ہاں اگر طعن کی کسی ایسی چیز کے ساتھ تفسیر کر دی گئی ہو جو بالاتفاق جرح ہے اور طعن کرنے والا ان لوگوں میں سے ہو جو نصیحت و خیر خواہی اور اتقان کے ساتھ مشہور ہو، تعصب و عداوت کے ساتھ مشہور نہ ہو۔ یعنی ائمہ حدیث میں سے ہو تو اس طعن کی وجہ سے راوی کے اندر جرح ثابت ہوگی اور وہ راوی مجروح ہوگا۔

معارضہ کا بیان

معارضہ: لغت میں اس مقابلہ کو کہتے ہیں جو ممانعت کے طریقہ پر ہو۔ اصولیین کی اصطلاح میں معارضہ کہتے ہیں دو برابر درجہ کی حجتوں کا ممانعت کے طریقہ پر اس طور سے مقابل ہونا کہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن نہ ہو۔

رکن معارضہ: دو مساوی درجہ کی حجتوں کا مقابل ہونا اس طور سے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اس چیز کی ضد کو ثابت کرے جس کو دوسری چیز ثابت کر رہی ہے۔

شرط معارضہ: تضاد حکم کے ساتھ محل اور وقت کا متحد ہونا۔

حکم معارضہ: اگر دو آیتوں میں تعارض واقع ہو جائے اور ان دونوں کے نزول کی تاریخ معلوم ہو تو موخر واجب العمل ہوگی اور مقدم منسوخ۔ اور اگر تاریخ نہ معلوم ہو تو سنت کی طرف رجوع کیا جائے گا، اگر سنت میں اس کے متعلق مل جائے تو بہتر ہے ورنہ اقوال صحابہؓ اور قیاس کی جانب جایا جائے گا۔

اگر دو سنتوں کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو قیاس اور اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یعنی اولاً قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا پھر اقوال صحابہؓ کی طرف۔ کیوں کہ مصنفؐ کے نزدیک قیاس اقوال صحابہؓ پر مقدم ہے۔

الحاصل: دو حجتوں کے درمیان تعارض واقع ہونے کی صورت میں اس کے بعد والی حجت کی جانب رجوع کیا جائے گا اگر ممکن ہوگا اور اگر مابعد والی حجت کی جانب جانا متعذر ہوگا تو اصول کی تقریر واجب ہوگی۔ یعنی دونوں حجتوں کے آنے سے پہلے شے جس حکم پر

تھی اسی حکم کو ثابت کر دیا جائے گا۔ جیسے سو رجمار کہ اپنی اصل کے اعتبار سے اور دلائل وارد ہونے سے پہلے پاک تھا، لہذا دلائل متعارض ہونے کی وجہ سے سو رجمار نا پاک نہ ہوگا، بلکہ پاک رہے گا۔

اگر دو قیاس کے درمیان تعارض ہو جائے تو دونوں قیاس ساقط نہ ہوں گے، بلکہ عمل کے حق میں دونوں میں سے ہر ایک حجت ہوگا اور مجتہد کو اختیار ہوگا کہ تحری اور غور و فکر کے بعد جس پر قلب مطمئن ہو جائے اس پر عمل کرے، کیوں کہ قیاس کے بعد کوئی دلیل شرعی نہیں ہے، جس کی جانب رجوع کیا جاسکے، سوائے اس کے کہ استصحاب حال پر عمل کیا جائے جب کہ استصحاب حال ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے۔

خبر نفی: وہ خبر ہے جو امر زائد کی نفی کرے اور اس کو اصل پر باقی رکھے۔

خبر اثبات: وہ خبر ہے جو اس امر زائد کو ثابت کرے جو ماضی میں ثابت نہیں تھا۔

تنبیہ: خبر نفی خبر اثبات کے معارض ہوگی یا نہیں۔ اس بارے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے۔ عیسیٰ بن ابان اور معتزلہ میں سے قاضی عبد الجبار کا مذہب ہے کہ دونوں کے درمیان تعارض واقع ہوتا ہے اور اس تعارض کو دور کرنے کے لئے کسی دوسری وجہ سے ترجیح طلب کی جائے گی۔ ہمارے علماء میں سے شیخ ابوالحسن کرخی اور اصحاب شافعی کے نزدیک ان دونوں کے درمیان حقیقہ کوئی تعارض نہیں ہوتا ہے۔ خبر اثبات نفی پر مقدم ہوتی ہے اور اثبات پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور نفی کو ترک کیا جاتا ہے۔

ہمارے علمائے متقدمین (امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) کا عمل خبر نفی اور خبر اثبات کے تعارض کی صورت میں مختلف ہے۔ بعض صورتوں میں خبر اثبات پر عمل کیا ہے، جیسا کہ خیارعق میں، اور بعض صورتوں میں خبر نفی پر عمل کیا ہے جیسا کہ نکاح محرم میں۔

جرح و تعدیل میں تعارض واقع ہونے کی صورت میں ہمارے علماء نے مثبت پر عمل کیا ہے اور نافی کو ترک کر دیا ہے اور جرح مثبت ہے۔

قاعدہ کلیہ: اگر نفی اثبات دونوں کی بنیاد دلیل پر ہو تو نفی اور اثبات دونوں قوت میں برابر ہوں گے۔ اور ان دونوں کے درمیان تعارض واقع ہوگا۔ اور تعارض دور کرنے کے لئے وجہ ترجیح طلب کی جائے گی۔

اگر اثبات دلیل پر مبنی ہو اور نفی دلیل پر مبنی نہ ہو تو نفی اور اثبات کے درمیان تعارض واقع نہ ہوگا بلکہ اثبات کو نفی پر تقدم حاصل ہوگا۔

اگر اثبات دلیل پر مبنی ہو، اور نفی مشتبہ الحال ہو یعنی معلوم نہیں کہ اس کی بنیاد دلیل پر ہے یا استحباب پر تو مخبر کے حال میں غور کرنا ہوگا۔ اگر یہ بات ثابت ہوئی کہ مخبر نے استحباب حال پر بنیاد رکھی ہے تو خبر مقبول نہ ہوگی اور اگر یہ بات ثابت ہوئی کہ اس نے ایسی دلیل پر اعتماد کیا ہے جو معرفت نفی کا سبب ہے تو اس کی یہ نفی اثبات کے مانند ہوگی اور دونوں میں تعارض واقع ہوگا اور تعارض دور کرنے کے لئے ترجیح کی ضرورت ہوگی۔

تنبیہ: بعض حضرات نے تو متعارض خبروں میں ایک کو دوسرے پر ترجیح کثرتِ رواۃ ذکوریت اور حریت کی بنا پر دی ہے، لیکن کثرتِ رواۃ، ذکوریت اور حریت کو وجہ ترجیح قرار دینا باجماع سلف متروک ہے۔

بیان کا بیان

بیان: مخاطب کے سامنے مراد ظاہر کرنا ہے۔

بیان کی پانچ قسمیں ہیں۔ (۱) بیان تفسیر (۲) بیان تقریر (۳) بیان تغیر (۴)

بیان تبدیل (۵) بیان ضرورت۔

بیان تفسیر: اس چیز کا بیان جس میں خفا ہو، یعنی مجمل اور مشترک وغیرہ کا خفا جس بیان سے دور ہو۔

حکم بیان تفسیر: موصولاً اور مفصولاً دونوں طرح درست ہے۔

بیان تقریر: کلام کو ایسی چیز کے ساتھ مؤکد کر دینا جو مجاز یا خصوص کے احتمال کو منقطع کر دے، جیسے فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ۔

حکم بیان تقریر: موصولاً اور مفصولاً دونوں طرح درست ہے۔

بیان تغیر: اس بیان کا نام ہے جو تبدیلی پیدا کر دے جیسے تعلیق و استثنا جو صدر کلام کو بدل دیتے ہیں۔

حکم بیان تغیر: بیان تغیر اگر غیر مستقل ہو جیسے تعلیق و استثنا تو وصل کی شرط کے ساتھ درست و صحیح ہے۔

بیان تبدیل: نسخ کا نام ہے، اور نسخ لغت میں زائل کرنے اور معدوم کرنے کے معنی میں ہے۔ اصطلاح شرع میں نسخ موخر نص کے ذریعہ تابید و توقیت سے مطلق حکم شرعی کی انتہا کا بیان ہے۔

نسخ اصطلاحی صاحب شرع کے حق میں اس حکم مطلق کی مدت کے بیان کا نام ہے جو اللہ کو معلوم ہے لیکن اس کو مطلق رکھا، پس انسان کے حق میں ظاہر یہی ہے کہ وہ حکم باقی رہے گا اور جب ایسا ہے تو نسخ بندوں کے حق میں تبدیل اور صاحب شرع کے حق میں بیان محض ہوگا۔

نسخ کا محل: ایسا حکم ہے جس میں دو امر موجود ہوں ایک امر یہ کہ وہ حکم فی نفسہ وجود اور عدم کا احتمال رکھتا ہو۔ دوسرا امر یہ کہ اس حکم کو منافی نسخ چیز لاحق نہ ہو۔

جواز نسخ کی شرط: جوشی منسوخ ہونے والی ہے اس شی کے مکلف تک پہنچنے اور اس کے

منسوخ ہونے کے درمیان اتنا وقت ملنا کہ جس میں وہ اعتقاد کر سکے۔ جب کہ معتزلہ کے نزدیک فعل مامور بہ کو ادا کرنے کے بقدر وقت کا پایا جانا ضروری ہے۔

کتاب اللہ کے نسخ کی چار صورت ہے۔

(۱) حکم و تلاوت دونوں کا نسخ۔ (۲) صرف حکم کا نسخ نہ کہ تلاوت کا۔ (۳) صرف تلاوت کا نسخ نہ کہ حکم کا۔ (۴) حکم کے وصف کا نسخ نہ کہ اصل کا نسخ۔ یعنی نص پر وہ زیادتی جو غیر مستقل ہو نسخ ہے احناف کے نزدیک، جب کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بیان ہے۔ جیسے قید یا شرط کے ذریعہ زیادتی۔

قیاس و اجماع نسخ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ کتاب و سنت کا نسخ ایک دوسرے سے جائز ہے ہمارے نزدیک، برخلاف امام شافعیؒ کے، ان کے نزدیک ایک دوسرے سے جائز نہیں۔

بیان ضرورت: اس بیان کا نام ہے جو ضرورت کی وجہ سے حاصل ہو اور بیان ضرورت اس چیز کے ساتھ واقع ہوتا ہے جس کو بیان کے لئے وضع نہیں کیا گیا ہے، یعنی سکوت کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔

بیان ضرورت کی چار قسم ہے:

- (۱) وہ بیان ضرورت جو منطوق بہ کے حکم میں ہو۔
- (۲) وہ بیان ضرورت جو متکلم کے حال (سکوت) کی دلالت سے ثابت ہو۔
- (۳) وہ بیان ضرورت جو لوگوں سے غرر اور دھوکہ دور کرنے کے لئے ہوتا ہو۔
- (۴) وہ بیان ضرورت جو کلام کے کثرت استعمال یا طول عبارت کی ضرورت کی وجہ سے ثابت ہو۔

تنبیہ: وہ عام جس میں ابتداءً تخصیص کی جائے اس میں اختلاف ہے، ہمارے نزدیک

یہ تخصیص موصولاً تو جائز ہوگی متراحیاً اور مفصولاً جائز نہ ہوگی، جب کہ اصحاب شافعی اور اشعریہ اور عام مفسرین کے نزدیک اس میں تراخی جائز ہے۔

تنبیہ: استثناء کے عمل کی کیفیت میں اختلاف ہے، علماء احناف کے نزدیک استثناء مستثنیٰ کی مقدار اس کے حکم کے ساتھ تکلم کو منع کرتا ہے۔ گویا استثناء کے بعد جو باقی رہ گیا ہے اس کے تکلم کا نام استثناء ہے، امام شافعی کے نزدیک استثناء تکلم کو نہیں منع کرتا بلکہ بطریق معارضہ حکم کو منع کرتا ہے۔

استثناء کی دو قسم ہے: (۱) متصل (۲) منفصل

استثناء متصل: استثناء کے بعد باقی رہنے والے کا تکلم۔

استثناء منقطع و منفصل: جس کو مستثنیٰ منہ سے نہ نکالا گیا ہو۔

تنبیہ: جس طرح سنن سے احکام شرع کا اظہار ہوتا ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے بھی احکام شرع کا اظہار ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ جن احکام میں وحی نہیں آتی تھی ان احکام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرماتے تھے یا نہیں۔ معتزلہ، اشعریہ متکلمین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد نہیں فرماتے تھے اور اجتہاد آپ کا حصہ نہیں تھا۔

صحیح قول یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مسئلہ پیش آتا اور انتظار کے باوجود وحی نہ اترتی تو اجتہاد فرماتے اور اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد حکم پر حجت قاطعہ ہے اگر خطا پر وحی کے ذریعہ متنبہ نہ کیا گیا۔

تنبیہ: شرائع سابقہ کے متعلق صحیح قول یہ ہے کہ اگر شرائع سابقہ میں سے کسی حکم کو اللہ یا اللہ کے رسول نے بغیر نکیر کے بیان کر دیا تو ہم پر عمل کرنا لازم ہوگا لیکن یہ عمل کرنا اس بنیاد

پر لازم نہیں ہوگا کہ یہ کسی پہلے نبی کی شریعت ہے بلکہ اس بنیاد پر کہ ہمارے نبی کی شریعت ہے اور ہمارے دین کا جز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال قصدیہ اقتداء کے سلسلے میں سنن قولیہ کے ساتھ ملحق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال قصدیہ کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) مباح (۲) مستحب (۳) واجب (۴) فرض۔

ان چار قسموں کے علاوہ ایک قسم زلت ہے جو اقتداء کی قبیل سے نہیں ہے۔

ذلت: فعل مباح کا ارادہ کیا ہو مگر بلا ارادہ حرام میں گر پڑا جائے اور اس پر مستقر نہ رہا جائے۔

تنبیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فعل جو آپ سے سہواً صادر ہوا ہو اور وہ فعل جو آپ نے طبعاً کیا ہو اور وہ فعل جو آپ کے ساتھ مخصوص ہو، ان افعال میں ہم پر اتباع لازم نہیں ہے۔ ان افعال کے علاوہ دوسرے افعال کی اقتداء و اتباع میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن افعال کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ کس جہت پر واقع ہیں تو ہم اسی جہت پر ان افعال میں اقتداء کریں گے۔ اور اگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس جہت پر کئے ہیں تو ہم آپ کے افعال کے مراتب میں سے ادنیٰ مرتبہ پر ان کو ادا کریں گے اور ادنیٰ مرتبہ مباح ہے۔

اصحابِ رسول ﷺ کی متابعت

تقلید: دلیل میں نظر کئے بغیر اپنے علاوہ دوسرے کا اتباع کرنا اس گمان پر کہ وہ حق پر ہے۔

فائدہ: ابوسعید بردعیؓ کے نزدیک مجتہد صحابی کی تقلید غیر صحابی تابعین اور بعد کے مجتہدین

پروا جب ہے، دوسرے صحابی پر واجب نہیں ہے۔ مجتہد صحابی کے قول و مذہب کی بنا پر قیاس متروک ہوگا اور ان کا قول قیاس پر مقدم ہوگا۔ یہی قول اصح ہے۔

ابو حسن کرخیؒ فرماتے ہیں کہ صحابی کی تقلید صرف حکم غیر مدرک بالقیاس میں جائز ہے، حکم مدرک بالقیاس میں جائز نہیں ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بھی صحابی کی تقلید نہیں کی جائے گی خواہ حکم مدرک بالقیاس ہو یا غیر مدرک بالقیاس ہو۔ یعنی ان کے نزدیک صحابی کی تقلید نہ واجب ہے نہ جائز۔

مجتہد صحابی کی تقلید کے وجوب و عدم وجوب میں علماء کا مذکورہ اختلاف دو صورتوں میں متحقق ہوگا، پہلی صورت یہ ہے کہ صحابی نے کوئی بات کہی اور صحابہ میں سے کسی سے مخالفت ثابت نہ ہوئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ یہ بات ثابت نہ ہو کہ ایک صحابی نے کوئی حکم بیان کیا اور وہ حکم دوسرے صحابی تک پہنچا تو خاموش رہے، اگر وہ خاموش رہے تو وہ اجماع کی صورت ہوگی جس کی تقلید واجب ہے۔

فائدہ: اختلاف صحابہ کی صورت میں بعض اقوال ساقط نہ ہوں گے، کیوں کہ کسی صحابی کے حدیث مرفوع نہ پیش کرنے کی وجہ سے ہر قول قیاس کے قائم مقام ہوگا اور دو قیاسوں کے تعارض کی صورت میں کوئی بھی ساقط نہیں ہوتا بلکہ ترجیح دے کر کسی ایک پر عمل کیا جاتا ہے۔

فائدہ: اگر عہد صحابہ میں کسی تابعی اور صحابی کے اقوال میں تعارض ہو جائے تو ایسی صورت میں ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک تابعی کی تقلید جائز ہے اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔

اجماع کا بیان

اجماع: لغت میں عزم اور پختہ ارادہ اور اتفاق کا نام ہے۔

اصطلاح میں مخصوص اتفاق کا نام اجماع ہے، یعنی کسی ایک زمانہ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی امت کے صالح مجتہدین کا کسی واقعہ اور امر پر اتفاق کر لینے کا نام اجماع ہے۔

فائدہ: ہر زمانہ کے عادل مجتہد علماء کا اجماع معتبر ہے۔ جو حضرات اجماع کو حجت شرعیہ قرار دیتے ہیں، ان میں اختلاف ہے، اکثر حضرات اجماع کو حجت قطعیہ قرار دیتے ہیں، مگر کچھ حضرات حجت ظنیہ کے قائل ہیں۔

اجماع کے مراتب:

سب سے زیادہ قوی صحابہ کا تصریحی اجماع ہے اور یہ اجماع مفید یقین ہونے میں آیت اور حدیث متواتر کے مانند ہے، اجماع کی اس قسم کا منکر کافر ہوگا۔
دوسرے مرتبہ پر وہ اجماع ہے جو بعض صحابہ کی تصریح اور باقی کے سکوت سے ثابت ہو۔ اس اجماع کا نام اجماع سکوتی ہے۔

یہ پہلی قسم سے کم رتبہ کا ہے، اس کا منکر کافر نہیں ہوگا۔

تیسرے مرتبہ پر تابعین یا بعد والوں کا ایسے حکم پر اجماع ہے جس حکم میں صحابہ کا اختلاف ظاہر نہ ہوا ہو۔ یہ اجماع خبر مشہور کے درجہ میں ہے اور خبر مشہور کی طرح مفید یقین

تو نہیں ہے مگر مفید طمانینت ہے۔

چوتھے مرتبہ پر تابعین کا ایسے قول پر اجماع ہے جس قول میں صحابہ کے درمیان اختلاف رہ چکا ہو۔ یعنی صحابہ کے زمانے میں کسی حکم کے سلسلے میں دو قول تھے، تابعین نے ان میں سے ایک قول پر اجماع کر لیا۔ اجماع کی یہ قسم سب سے کم رتبہ ہے اور یہ خبر واحد کے مانند ہے۔ موجب عمل تو ہے لیکن موجب یقین نہیں ہے۔

فائدہ: اگر صحابہ کرام کا اجماع ہم تک ہر زمانے کے علماء کے اتفاق کے ساتھ منقول ہو تو یہ اجماع حدیث متواتر کے حکم میں ہوگا، جس طرح حدیث متواتر موجب یقین اور موجب عمل ہوتی ہے اور اس کا منکر کا فرق قرار دیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ اجماع بھی موجب یقین اور موجب عمل ہوگا۔ اور اس کا منکر کا فرق قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام کا اجماع، ہر زمانے کے علماء کے اتفاق کے ساتھ منقول ہے، لہذا یہ اجماع حجت قطعیہ ہوگا۔

اور اگر صحابہ کرام کا اجماع ہم تک بطریق آحاد منقول ہو تو یہ اجماع خبر واحد کے حکم میں ہوگا، جس طرح خبر واحد موجب عمل ہوتی ہے، موجب یقین نہیں ہوتی ہے اور اس کا منکر کا فرق قرار نہیں دیا جاتا ہے، اسی طرح یہ اجماع بھی موجب عمل ہوگا، موجب یقین نہ ہوگا، اور اس کا منکر کا فرق قرار نہ دیا جائے گا۔ نیز جس طرح خبر واحد قیاس پر مقدم ہے اسی طرح یہ اجماع بھی قیاس پر مقدم ہوگا، جیسا کہ عبیدہ سلمانی نے کہا کہ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھنے پر، فجر کی نماز اسفار میں ادا کرنے پر، ایک بہن کی عدت میں اس کی دوسری بہن سے نکاح کے حرام ہونے پر اور خلوت صحیحہ کی وجہ سے مال کے مؤکد ہونے پر صحابہ کا اجماع ہے۔

قیاس کا بیان

قیاس: قیاس کا لغوی معنی تقدیر ہے۔

قیاس کی اصطلاحی تعریف: اصل کی علت کی طرح فرع میں علت پائے جانے کی وجہ سے فرع میں اصل کے حکم کے مانند حکم ظاہر کرنا۔

شرائط قیاس: قیاس کی چار شرطیں ہیں: (۱) اصل (مقیس علیہ) کا حکم اصل کے حکم کے ساتھ کسی دوسری نص کی وجہ سے مخصوص نہ ہو۔

(۲) اصل (مقیس علیہ) قیاس کے مخالف اور غیر معقول نہ ہو۔

(۳) وہ حکم شرعی جو نص سے ثابت ہو، وہ بعینہ بغیر کسی تغیر کے ایسے فرع کی جانب متعدی ہو جو اصل کے مساوی و مماثل ہو، اور اس فرع کے متعلق کوئی مستقل نص موجود نہ ہو۔

(۴) اصل (مقیس علیہ) کے سلسلے میں جو نص وارد ہوئی ہے اس کا حکم تعلیل کے

بعد اسی صفت پر باقی رہے جس صفت پر تعلیل سے پہلے تھا۔

قیاس کا رکن: وہ وصف جامع ہے جس کو نص اصل کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو اور وہ وصف ان اوصاف میں سے ہو جن پر نص صراحتاً یا اشارۃً مشتمل ہو اور فرع میں اس وصف کے پائے جانے کی وجہ سے حکم اصل میں فرع (مقیس) کو اصل (مقیس علیہ) کی نظیر قرار دیا گیا ہو۔

گویا قیاس کے چار رکن ہیں: (۱) مقیس علیہ (اصل) (۲) مقیس (۳) حکم

(۴) وہ وصف جس کو اصل کے حکم پر علامت قرار دیا گیا ہو۔

جس وصف کو حکمِ نص پر علامت قرار دیا گیا ہے اس کے لئے دو باتیں ضروری ہیں
(۱) وصف کا صالح ہونا (۲) وصف کا معدل (موثر) ہونا۔

صلاح وصف سے مراد: یہ ہے کہ وصف حکم کے موافق ہو بایں طور کہ وہ وصف اس بات کی صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہو کہ حکم اس کی طرف مضاف ہو سکے اور وہ وصف اس حکم سے آبی و منکر اور بعید نہ ہو۔

بقول صاحبِ حسامی وصف کا حکم کے موافق ہونا یہ ہے کہ وہ وصف ان علتوں کے موافق ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہؓ اور تابعین نے مستنبط کیا ہو۔

عدالت سے مراد: تاثیر ہے۔ تاثیر کی چار قسمیں ہیں:

(۱) عین وصف کا اثر عین حکم میں ظاہر ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ہرہ کے عدم نجاست کی علت طواف قرار دیا ہے، پس عین طواف عین حکمِ نص (سورہ ہرہ کی عدم نجاست) میں مؤثر ہے۔

(۲) عین وصف کا اثر جنس حکم میں ظاہر ہو جیسے صغرو لایت مال میں علت ہے، اور ولایت مال ولایت نکاح کی ہم جنس ہے اس لئے صغر کو ولایت نکاح میں بھی علت قرار دیا گیا۔

(۳) جنس وصف کا اثر عین حکم میں ظاہر ہو جیسے جنون کا اسقاطِ صلوٰۃ کی علت ہونا نص سے ثابت ہے تو اس کے ہم جنس اغناء کو بھی سقوطِ صلوٰۃ کی علت قرار دینا صحیح ہوگا۔

(۴) جنس وصف کا اثر جنس حکم میں ظاہر ہو جیسے مشقت سفر کا دو رکعت کے سقوط کی علت ہونا نص سے ثابت ہے، مشقت حیض کے ہم جنس ہے اور دو رکعت کا سقوط پوری نماز کے سقوط کے ہم جنس ہے، لہذا مجانست کی وجہ سے حیض کو پوری نماز کے سقوط کی علت

قرار دینا درست ہوگا۔

تنبیہ: احناف کے نزدیک تاثیر کی چاروں قسمیں مقبول ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف پہلی قسم معتبر ہے۔

فائدہ: وصف کا صالح ہونا جوازِ عمل کے لئے شرط ہے اور وصف کا معدل ہونا وجوبِ عمل کے لئے شرط ہے۔

قیاس کی دو قسمیں ہیں (۱) قیاس جلی (۲) قیاس خفی، قیاس خفی کا نام استحسان ہے تقدیم و ترجیح کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: (۱) تقدیم استحسان علی القیاس (۲) تقدیم قیاس علی الاستحسان۔

ضابطہ: تقدیم و ترجیح کے سلسلے میں قوت اثر اور ضعف اثر کا اعتبار ہے، ظہور اثر اور خفائے اثر کا اعتبار نہیں ہے۔ لہذا وہ استحسان جو قیاس خفی ہے جس کا اثر قوی ہے اُس قیاس پر مقدم ہوگا جو خود جلی اور ظاہر ہے، جس کا اثر ضعیف ہے، اور وہ قیاس جس کا باطنی اثر صحیح اور قوی ہے ظاہر میں فساد ہے اس استحسان پر مقدم ہوگا جس کا اثر ضعیف اور فساد مخفی ہے، مگر چہ اثر ظاہر ہے۔

استحسان: ایسی دلیل کا نام ہے جو قیاس جلی کے معارض ہو۔

قیاس جلی کے معارض چار قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں (۱) نص (اثر) (۲) اجماع (۳) ضرورت (۴) قیاس خفی۔

استحسان کی چار قسمیں ہیں:

(۱) استحسان بالاثر (قیاس جلی کے معارض نص ہو)

(۲) استحسان بالا جماع (قیاس جلی کے معارض اجماع ہو)

(۳) استحسان بالضرورت (قیاس جلی کے معارض ضرورت ہو)

(۴) استحسان بالقیاس الخفی (قیاس جلی کے معارض قیاس خفی ہو)۔

فائدہ: قیاس جلی سے ثابت ہونے والا حکم اور اسی طرح استحسان بالقیاس الخفی سے ثابت ہونے والا حکم اپنے علاوہ کی طرف متعدی ہوتا ہے، جب کہ استحسان بالاجماع اور استحسان بالضرورت سے ثابت ہونے والا حکم اپنے علاوہ کی طرف متعدی نہیں ہوگا۔

تخصیص علت: کسی مانع کی وجہ سے حکم کا علت سے تخلف ہو جانا یعنی علت موجود ہو اور حکم موجود نہ ہو۔

علل مستنبطہ: وہ علتیں جو کتاب اللہ، سنت، اجماع یا قیاس سے مستنبط ہوں۔

علل منصوصہ: وہ علتیں جن پر نص وارد ہوئی ہوں۔

فائدہ: علل منصوصہ میں اکثر فقہاء تخصیص کے قائل ہیں، علل مستنبطہ میں اختلاف ہے۔ شیخ ابوالحسن کرخی، ابوبکر رازی، عامۃ المعتزلہ، امام مالک و احمد اور احناف میں سے بعض کے نزدیک ان کی تخصیص جائز ہے۔ اکثر مشائخ احناف، امام شافعی کا قول اظہر اور مصنف منتخب حسامی کا مذہب مختاریہ ہے کہ علل مستنبطہ میں تخصیص جائز نہیں ہے۔

حکم قیاس: حکم نص کے مثل کا اس فرع کی جانب متعدی ہونا جس میں کوئی نص نہ ہو۔

فائدہ: قیاس دلیل ظنی ہے، اس لئے حکم نص کے مثل کا فرع میں ثبوت ظن غالب سے ہوگا جب کہ اس پر عمل بطریق یقین واجب ہوتا ہے۔

تنبیہ: علماء احناف کے نزدیک تعلیل (قیاس) کے لئے تعدیہ لازم ہے، امام شافعی کے نزدیک تعلیل بغیر تعدیہ کے بھی درست ہے۔ پس علماء احناف کے نزدیک تعلیل اور قیاس دونوں مترادف ہیں اور شوافع کے نزدیک تعلیل قیاس سے عام ہے اور قیاس تعلیل کی ایک قسم ہے۔ شوافع کے نزدیک تعلیل کی دو قسم ہے:

(۱) تعلیل میں علت متعدی ہو، اس کو قیاس کہیں گے۔

(۲) تعلیل میں علت متعدی نہ ہو، اس کو تعلیل محض کہیں گے۔

علت قاصرہ: علت غیر متعدیہ کا نام ہے۔

علتوں کی اقسام

علتوں کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) علت طردیہ (۲) علت موثرہ

علت طردیہ: وہ علت ہے جس کے وجود و عدم پر حکم دائر ہو، قطع نظر اس سے کہ اس کی تاثیر کہیں ظاہر ہو۔

علت موثرہ: وہ علت ہے جس کا اثر دوسرے مقامات شرعیہ میں ظاہر ہو۔

تنبیہ: حضرات شوافع کے نزدیک علل طردیہ معتبر ہیں۔ صحت قیاس کے لئے کافی ہیں۔ ائمہ احناف کے نزدیک علت طردیہ معتبر نہیں، احناف کے نزدیک علت موثرہ معتبر ہے، جب علت موثرہ کسی فرع غیر منصوص علیہ میں پائی جاتی ہے تو اصل کا حکم اس میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔

علل طردیہ کے دفع کے طریقے: علل طردیہ پر نقض و دفع کے چار طریقے ہیں۔

(۱) قول بموجب العلة (۲) ممانعت (۳) فساد وضع کا بیان (۴) مناقضہ

قول بموجب العلة: مد مقابل معلل کے قیاس کو اولاً تسلیم کر لیا جائے، پھر کسی دوسرے طریقے سے اس قیاس کی تردید کی جائے۔

(۲) مخالف مستدل کی علت سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کو تسلیم کر کے ایسا نکتہ بیان کرنا کہ حکم بدل جائے۔

ممانعت: سائل معلل کی دلیل کے تمام یا بعض مقدمات کا انکار کر دے۔

ممانعت کی چار قسمیں ہیں۔

- (۱) ممانعت فی نفس الوصف یعنی وصف و علت قبول کرنے سے انکار کرنا۔
 (۲) ممانعت فی صلاح الوصف للحکم، یعنی علت کا وجود تسلیم کر کے اس کے صالح للحکم ہونے کا انکار کرنا

- (۳) ممانعت فی نفس الحکم یعنی نفس حکم کا انکار کرنا
 (۴) ممانعت فی نسبة الحکم الی الوصف یعنی وصف کی طرف حکم کی نسبت کا انکار کرنا۔
فساد وضع: مستدل ایسے وصف کو حکم کی علت قرار دے جو اس حکم سے کوئی مناسبت نہ رکھتا ہو بلکہ اس حکم کی ضد کا متقاضی ہو۔

مناقضہ: معلل نے جس وصف کو علت قرار دیا ہے بعض موقع میں حکم اس علت سے مختلف ہو کسی مانع کی وجہ سے یا بغیر کسی مانع کے۔

- (۲) مستدل نے جس وصف کو علت قرار دیا ہے بغیر کسی مانع کے حکم اس سے مختلف ہو۔
تنبیہ: پہلی تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو تخصیص علت کے عدم جواز کے قائل ہیں اور دوسری تعریف ان لوگوں کے نزدیک ہے جو تخصیص علت کے جواز کے قائل ہیں۔
علل موثرہ کے دفع کے طریقے: علل موثرہ پر نقض و دفع کی تین صورت ہے۔

- (۱) قول بموجب العلة (۲) ممانعت (۳) معارضہ۔ یہی علل موثرہ میں مفید اور کارگر ہیں، فساد وضع اور مناقضہ ان میں نہیں ہو سکتا۔

اگر صورت مناقضہ کا تصور ہو تو اس وقت اس مناقضہ صوری کو چار طریقے سے دفع کیا جائے گا۔

- (۱) وصف کے ذریعہ (۲) معنی وصفی کے ذریعہ (۳) اس معنی وصفی کے ذریعہ جو وصف سے دلالت ثابت ہو۔ (۴) غرض کے ذریعہ۔

معارضہ: مستدل نے مسئلہ میں اثبات حکم کے لئے جو دلیل پیش کی ہے سائل مخالف کا اس کے خلاف پر دلیل قائم کرنا۔

معارضہ کی دو قسم ہے۔

پہلی قسم: ایک قسم وہ معارضہ ہے جس میں مناقضہ بھی ہو۔ اس قسم کا نام قلب ہے۔

دوسری قسم: وہ معارضہ ہے جس میں صرف معارضہ ہو مناقضہ کا شائبہ بھی نہ ہو۔

قلب کی دو قسم ہے:

(۱) جس وصف کو مستدل نے حکم کی علت قرار دیا ہے اسے حکم اور جس کو انھوں نے

حکم قرار دیا ہے اسے علت قرار دینا۔

تنبیہ: قلب کی پہلی قسم اس وقت صحیح ہوگی جب کہ حکم کے ذریعہ تعلیل کی گئی ہو، یعنی حکم شرعی کو قیاس کی علت قرار دیا گیا ہو اور دوسری قسم اس وقت متحقق ہوگی جب کہ مستدل اور معلل کے ذکر کردہ وصف میں کچھ زیادتی کر دی گئی ہو جو اس وصف کی تفسیر ہو۔

(۲) جو وصف معلل کے لئے شاہد تھا اور حکم کی علت بن رہا تھا، اس کو اس طرح

پلٹنا کہ وہ وصف خود اس معلل کے خلاف شاہد بن جائے اور وہ اس حکم کی علت نہ بن سکے بلکہ اس کی ضد کے لئے علت بنے۔

تنبیہ: پہلی قسم کے اعتبار سے یہ ماخوذ ہے قلب الاناء سے، اور دوسری قسم کے اعتبار سے یہ ماخوذ قلب الجراب سے۔

تنبیہ: قلب کی مذکورہ دونوں صورتیں معتبر ہیں، قلب کی ایک تیسری صورت (قلب تسویہ) ہے جو ضعیف اور غیر معتبر ہے۔ اس سے مناقضہ کو دفع کرنا درست نہیں ہے۔

قلب تسویہ: جس قلب کی بنیاد برابری و استواء پر ہو۔

معارضہ خالصہ جس میں مناقضہ کا شائبہ نہیں ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) معارضہ فی حکم الفرع (۲) معارضہ فی علت الاصل

معارضہ فی حکم الفرع: معلل نے اصل میں جس علت سے حکم نکالا ہے اس پر نقض وارد کیا جائے کہ فرع میں وہ حکم اصل والی علت سے نہیں نکلا ہے، بلکہ دوسری علت سے فرع کا حکم اصل کے خلاف ثابت ہوا ہے۔

معارضہ فی علت الاصل: معلل نے اصل میں جس چیز کو حکم کی علت قرار دیا ہے اس پر معارضہ کیا جائے کہ وہ درحقیقت علت نہیں ہے بلکہ اصل کے حکم کی علت دوسری چیز ہے، جسے معلل نے علت قرار نہیں دیا ہے۔

تنبیہ: معارضہ فی علت الاصل کا نام مفارقة ہے کیوں کہ معارض اپنے معارضے میں ایسی علت پیش کرتا ہے جس سے اصل اور فرع میں فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔

اصولیین کے نزدیک معارضہ کی پہلی قسم معارضہ فی حکم الفرع درست و صحیح ہے، اور دوسری قسم معارضہ فی علت الاصل اپنی تینوں اقسام کے ساتھ باطل ہے۔

اگر کوئی کلام اپنی اصل اور وضع کے اعتبار سے درست ہو تو اسے بطور معارضہ کے ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ بطریق ممانعت ذکر کیا جاسکتا ہے۔

معارضہ فی علت الاصل کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) علت قاصرہ اور علت غیر متعدیہ سے معارضہ کیا جائے۔

(۲) ایسی علت سے معارضہ کیا جائے جو متعدی ہو ایسی فرع کی طرف جس کے حکم پر سب کا اتفاق ہو۔

(۳) ایسی علت سے معارضہ کیا جائے جو علت کسی مختلف فیہ فرع کی طرف متعدی ہو۔

معارضہ فی حکم الفرع کی پانچ صورتیں ہیں۔

معارضہ فی حکم الفرع کی پانچ صورتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک صحیح اور علم اصول

میں مستعمل ہے۔

پہلی صورت: یہ ہے کہ معارض ایسی علت ذکر کرے جو بغیر کسی زیادتی کے معلل اور مستدل کے حکم کی صریح نفی پر دلالت کرے۔

دوسری صورت: یہ ہے کہ معارض حکم میں ایسی زیادتی کرے جو بمنزلہ تفسیر کے ہو۔

تیسری صورت: یہ ہے کہ معارض حکم میں ایسی زیادتی کرے کہ معارضہ کرے جو زیادتی مقصود کو بدل دے اور اس حکم کو متغیر کر دے، درانحالیکہ معارض ایسی بات کی نفی کرے جس کا مستدل نے دعویٰ نہیں کیا ہے۔

چوتھی صورت: یہ ہے کہ معارض ایسی زیادتی کرے کہ معارضہ کرے جو حکم کو بدل دے درانحالیکہ معارض ایسی چیز کا اثبات کرے جس کی نفی مستدل نے نہیں کی ہے۔

پانچویں صورت: یہ ہے کہ معارض اس حکم کی نفی کے درپے نہ ہو جس کو مستدل اور معلل نے ثابت کیا ہے یا اس حکم کو ثابت کرنے کے درپے نہ ہو جس کی مستدل نے نفی کی ہے بلکہ دوسرے محل میں دوسری علت سے دوسرا حکم ثابت کرے لیکن اس دوسرے حکم کا اثبات حکم اول کی نفی کو مستلزم ہو۔



ترجیح کا بیان

ترجیح: دو برابر پہلوؤں میں سے ایک کی دوسرے پر کسی خاص وصف کی وجہ سے فضیلت بیان کرنا۔

وصف کی مراد: وصف سے مراد یہ ہے کہ جس بات کی وجہ سے ترجیح دی جا رہی ہے وہ خود مستقل دلیل نہ ہو بلکہ بحیثیت وصف کسی مستقل دلیل کے تابع ہو کر پائی جائے۔

تنبیہ: اہل اصول نے کہا ہے کہ ایک قیاس کو اس کے معارض دوسرے قیاس پر کسی تیسرے قیاس کی وجہ سے جو کہ پہلے قیاس کا موید ہے ترجیح نہیں دی جائے گی۔ کیوں کہ ایک طرف ایک قیاس ہے اور دوسری طرف دو قیاس ہے جس سے دلیل میں تواضافہ ہے، لیکن وصفِ مرجحہ نہیں پایا گیا۔ ہاں اگر ایک قیاس قوی اور اس کا معارض دوسرا قیاس ضعیف ہو تو وصفِ قوت کی وجہ سے قوی کو ضعیف پر ترجیح دی جائے گی۔ یہی حال کتاب و سنت کا ہے۔

جن امور و وجوہ کے ذریعہ ترجیح دی جاتی ہے وہ چار ہیں۔

(۱) قوت تاثیر (۲) قوت ثبات وصف علی الحکم المشہود بہ

(۳) کثرت اصول (۴) عدم حکم عند عدم الوصف۔

قوت تاثیر: دو موثر قیاس آپس میں متعارض ہیں لیکن ایک کی تاثیر دوسرے کی بہ نسبت قوی ہے تو قوی التأثير کو ترجیح دی جائے گی۔

قوت ثبات وصف: وصف موثر کا ثبات اس حکم پر قوی ہو جس حکم کے ساتھ یہ وصف متعلق ہے، یعنی ایک قیاس کا وصف اپنے حکم کے ساتھ زیادہ لازم ہو، دوسرے قیاس کے

وصف سے، پس جس قیاس کا وصف اپنے حکم کے ساتھ زیادہ لازم ہوگا اس کو ترجیح دی جائے گی۔

کثرت اصول: ایک قیاس کے وصف موثر اور علت کا شاہد ایک مقیس علیہ ہے اور دوسرے قیاس کے وصف موثر اور علت کے کئی شاہد ہیں تو متعدد شواہد والے قیاس کو ترجیح دی جائے گی۔

عدم حکم عند عدم الوصف: وجود وصف سے حکم موجود ہو جاتا ہے اور عدم وصف سے حکم معدوم ہو جاتا ہو تو یہ وصف اولیٰ اور رائج ہوگا اس سے جس کے وجود سے حکم موجود تو ہوتا ہے لیکن عدم سے حکم معدوم نہ ہوتا ہو۔

تنبیہ: وجہ ترجیح میں سے چوتھی وجہ ترجیح ضعیف ہے کیوں کہ عدم کے ساتھ کوئی حکم متعلق نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس کے ساتھ ترجیح کیسے متعلق ہو سکتی ہے۔

ضابطہ: جب ترجیح کی دو جہتیں متعارض ہو جائیں تو وصف ذاتی کی وجہ سے ترجیح دینا وصف عارضی کے مقابلہ میں افضل اور رائج ہوگا۔

کتاب، سنت اور اجماع سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں:

(۱) ایک احکام مشروعہ یعنی احکام تکلیفیہ جیسے حلت، حرمت، کراہت، فرضیت اور وجوب وغیرہ۔

(۲) دوم احکام مشروعہ کے متعلقات، وہ امور جن کے ساتھ احکام متعلق ہوتے، یعنی احکام وضعیہ جیسے علتیں، اسباب اور شروط۔
احکام یعنی افعال مکلف کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) خالص اللہ کے حقوق۔ یعنی وہ چیزیں جس میں امتثال امر کے اعتبار سے صرف اللہ کی رعایت مطلوب ہو، بندے کی رعایت مطلوب نہ ہو۔ جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ

یا وہ احکام جن کے ساتھ عام لوگوں کا نفع متعلق ہو جیسے بیت اللہ کا احترام کہ اس کو قبلہ بنانے کی منفعت کا تعلق عامۃ الناس سے ہے اور زنا کی حرمت کہ اس کو حرام قرار دینے کے ذریعہ نسبت کی حفاظت کا نفع سب لوگوں کو پہنچتا ہے۔

(۲) خالص بندوں کے حقوق: یعنی وہ احکام جس کے ساتھ مصلحت خالصہ، خاص افراد کے مصالح سے متعلق ہوں جیسے غیر کے مال کی حرمت کہ اس میں محض ممالک کا نفع ملحوظ ہے۔

(۳) وہ احکام جس میں حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہوں لیکن حق اللہ کا پہلو غالب ہو۔ جیسے حد قذف کا حکم۔

(۴) وہ احکام جس میں حق اللہ اور حق العبد دونوں جمع ہوں مگر حق العبد کا پہلو غالب ہو جیسے قصاص کا حکم۔

حقوق اللہ کی آٹھ قسمیں ہیں

(۱) خالص عبادات: جس میں عقوبت اور مؤنت کے معنی کی آمیزش نہ ہو جیسے ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔

(۲) عقوبات کاملہ۔ وہ سزائیں جو مکمل طور زاجر ہیں، ان کے بعد بالعموم کوئی شخص گناہ اور جرم کی جسارت نہیں کرتا ہے، جیسے حدود یعنی حد زنا، حد سرکہ، حد خمر، حد قذف (۳) عقوبات قاصرہ: ان کا دوسرا نام جزائیں ہیں۔ وہ سزائیں جن میں عقوبت کے معنی کمتر ہوتے ہیں، جیسے مورث کو عمداً قتل کرنے کی وجہ سے میراث سے محرومی۔

(۴) وہ حقوق جو عبادت اور عقوبت دونوں کے درمیان دائر ہو، جیسے کفارات۔

(۵) وہ عبادت جس میں مؤنت اور بار ذمہ داری کے معنی موجود ہوں، جیسے صدقۃ الفطر۔

(۶) وہ مؤنت جس میں قربت و عبادت کے معنی موجود ہوں، جیسے عشر۔

(۷) وہ مؤنت جس میں عقوبت کے معنی پائے جاتے ہوں جیسے خراج۔

(۸) وہ حق جو بذات خود قائم ہو۔ یعنی وہ حق اپنی ذات سے ثابت ہو، بندے کے ذمہ سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا کہ بندے پر اس کا ادا کرنا واجب ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کو اپنے لئے باقی رکھا ہو اور دنیا میں اپنے خلیفہ کو اس کو حاصل کرنے اور بٹوارہ کا ذمہ دار بنایا ہو جیسے غنیمتوں اور معدنیات کا خمس۔

حقوق العباد

خالص حقوق العباد بے شمار ہیں، جیسے ضمان، دیت، بدل تلف، ضمانِ مغضوب، ملک بیع، ملک ثمن، ملک طلاق، ملک نکاح، وغیرہ۔

احکام مشروعہ کے متعلقات چار ہیں

جن امور سے احکام مشروعہ تعلق رکھتے ہیں وہ چار ہیں، (۱) سبب (۲) علت (۳) شرط (۴) علامت۔

دلیل حصر: جس امر کے ساتھ احکام مشروعہ متعلق ہوتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو وہ شی کی حقیقت میں داخل ہوگا یا نہیں، اگر داخل ہے تو رکن ہے اور اگر داخل نہیں تو اس کی دو صورت، یا تو شی میں مؤثر ہوگا یا نہیں، اگر مؤثر ہے تو علت ہے اور اگر مؤثر نہیں ہے تو اس کی دو صورت، یا تو اس شے کی طرف فی الجملہ موصل ہوگا یا نہیں، اگر فی الجملہ موصل ہے تو سبب ہے اور اگر موصل نہیں تو وہ شے اس پر موقوف ہوگی یا نہیں اگر موقوف ہے تو شرط، ورنہ علامت ہے۔

وجه الضبط: ان المتعلق ان كان داخلا في الشي فهوركن وان لم يكن

داخلہ فان كان موثراً فيه علة وان لم يكن موثراً فان كان موصلاً اليه في الجملة فسبب وان لم يكن موصلاً اليه في الجملة فان كان توقف الشيء عليه فشرط وان لم يكن توقف الشيء عليه فهو علامة. (حاشیہ حسامی ۶، ص ۱۲۵)

سبب لغوی: وہ چیز جس کے ذریعہ مقصود تک رسائی ہو سکے۔

والسبب لغة: ما يتوصل به الى المقصود (نای ج ۲، ص ۵۵) ما يمكن الوصول به الى المقصود (حاشیہ حسامی ۷، ص ۵۲) الطريق الى الشيء (حاشیہ حسامی ۶، ص ۱۲۵)

سبب اصطلاحی (حقیقی): وہ چیز جو حکم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو اس کی طرف نہ وجوب حکم منسوب ہو اور نہ وجود حکم اور نہ اس میں علت کے معنی متصور ہوں، البتہ اس سبب اور حکم کے درمیان ایک ایسی علامت ہو جو سبب کی طرف مضاف نہ ہو۔ جیسے کسی کا کسی انسان کے مال پر چور کو راہ دکھانا تاکہ وہ چوری کرے۔

سبب کی اقسام:

سبب کی تین قسمیں ہیں (۱) سبب حقیقی (۲) سبب مجازی (۳) سبب فی معنی العلة۔ ایک اور قسم ہے سبب لہ شبه العلة مگر مصنف حسامی نے اس کو مستقل قسم شمار نہیں کیا کیوں کہ یہ قسم بعینہ سبب مجازی ہے۔

تنبیہ: سبب کی پہلی قسم سبب حقیقی کی تعریف بعینہ وہی ہے جو سبب اصطلاحی کی تعریف ہے۔

سبب فی معنی العلة: وہ سبب جو علت کے حکم میں ہو اور ایسا اس وقت ہوتا ہے جب سبب اور اس کے حکم کے درمیان جو علت ہے وہ سبب کی جانب منسوب ہے، یعنی سبب کے ذریعہ ثابت ہو، جیسے کوئی شخص جانور کو ہانک رہا ہو، اس نے پیروں میں کوئی چیز روندی تو ہانکنے والا ضامن ہوگا، کیوں کہ ہانکنا ایسا سبب اتلاف ہے جو علت کے معنی میں ہے۔

سبب مجازی: وہ سبب جو حقیقۃً سبب نہ ہو مگر مجازاً اس کو سبب کہا جاتا ہو، جیسے یٰمٰن باللہ

کفارہ کا اور یمین بغیر اللہ یعنی تعلیق بالشرط جزا کا سبب ہے لیکن حقیقتہً نہیں ہے بلکہ مجازاً ہے کیونکہ درحقیقت سبب ”حادث“ قسم کو توڑنا ہے۔

تنبیہ: امام شافعی یمین باللہ اور تعلیق بالشرط کو سبب مجازی قرار نہیں دیتے بلکہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ایسے سبب ہیں جس میں علت کے معنی پائے جاتے ہیں۔

فائدہ: امام زفرؒ اور دیگر احناف اس بات میں تو متفق ہیں کہ یمین اور تعلیق سبب مجازی ہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سبب مجازی کس نوعیت کا ہے۔ حضرت امام کے نزدیک محض مجاز ہے، ان میں حقیقت سببیت کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ دیگر احناف کے نزدیک مجاز محض نہیں بلکہ ان میں حقیقت سببیت کے ساتھ حکماً ایک گونہ مشابہت ہے۔

علت: علت لغت میں اس عارض کا نام ہے جس کے لاحق ہونے سے محل کا وصف متغیر ہو جائے۔ جیسے مرض کی اس کی وجہ سے محل یعنی جسم قوت سے ضعف کی طرف متغیر ہو جاتا ہے۔

(دوسری تعریف) وہ چیز ہے جو کسی امر میں مؤثر ہو خواہ ذاتاً یا صفۃً خواہ فعل میں مؤثر ہو یا ترکِ فعل میں مؤثر ہو۔

شریعت میں علت اس چیز کا نام ہے جس کی طرف ابتداء ہی وجوبِ حکم منسوب ہوتا ہو، جیسے بیع ملکیت کے لئے، نکاح حلت کے لئے، اور قتل قصاص کے لئے۔

فائدہ: علت کی حقیقت میں تین امور ملحوظ ہوتے ہیں۔ (۱) علت کو شریعت میں حکم کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور وہ حکم اس کی طرف بلا واسطہ منسوب ہو (۲) حکم کے ثابت کرنے میں وہ علت مؤثر ہو (۳) حکم وجودِ علت کے ساتھ متصل ثابت ہو جاتا ہو یعنی جوں ہی علت پائی جائے بلا تاخیر حکم ثابت ہو جائے۔ امر اول کے اعتبار سے اسماً علت ہوگی۔ ثانی کے اعتبار سے معنی علت ہوگی، اور ثالث کے اعتبار سے حکماً علت ہوگی۔ اگر کسی چیز میں

تینوں امور جمع ہو جائیں تو وہ علت کاملہ تامہ کہلائے گی اور اس کو علت حقیقیہ بھی کہتے ہیں۔ اور اگر بعض موجود ہوں اور بعض موجود نہ ہوں تو وہ علت ناقصہ کہلائے گی اور اگر کوئی نہ ہو تو وہ علت نہ ہوگی۔

نکاح حلت کے لئے، قتل قصاص کے لئے اور بیع ملک کے لئے علت کاملہ ہے۔ اسم، معنی اور حکم تینوں اعتبار سے علت ہے۔

بیع موقوف اور بیع بشرط الخیار ثبوت ملک اور عقد اجارہ، ملک منفعت کے لئے علت ناقصہ ہے۔ اسم اور معنی کے اعتبار سے علت ہے، حکم کے اعتبار سے نہیں ہے۔ مگر عقد اجارہ اسباب کے مشابہ ہے، بیع موقوف اور بیع بشرط خیار اسباب کے مشابہ نہیں ہیں۔ نصاب زکوٰۃ وجوب زکوٰۃ کے لئے حوالانِ حول سے پہلے مرض الموت تغیر احکام کے لئے اور شراء قریب عتق کے لئے اسماً اور معناً علت ہے، حکماً علت نہیں ہے۔ اور یہ علت سبب کے مشابہ ہے۔ سفر رخصت کی اسماً اور حکماً علت ہے، معناً علت نہیں ہے۔

ضابطہ: اگر حکم دو موثر وصفوں کے ساتھ متعلق ہو یعنی دو وصفوں کا مجموعہ علت ہو لیکن ان میں سے ایک پہلے پایا گیا اور دوسرا بعد میں تو دوسرا وصف جو بعد میں پایا گیا وہ حکماً بھی علت ہوگا اور معناً بھی علت ہوگا، اسماً علت نہ ہوگا۔ اور وصف اول صرف معناً علت ہوگا یعنی وہ علت کے مشابہ ہوگا، اسماً اور حکماً علت نہ ہوگا۔ اور اگر دو وصفوں کا مجموعہ ایک ساتھ موجود ہو تو وہ مجموعہ اسماً، معناً، اور حکماً تینوں اعتبار سے علت ہوگا۔

فائدہ: اقامة الشيء مقام غیرہ (ایک شے کو دوسری شے کے قائم مقام کرنے) کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) سبب داعی کو مدعو کے قائم مقام کرنا، جیسے سفر کو جو داعی الی المشقت ہے مشقت کے قائم مقام کرنا۔

(۲) دلیل کو مدلول کے قائم مقام کرنا جیسے شوہر کے قول ان احببتنی فانت طالق میں۔ خبر محبت کو محبت کے قائم مقام کرنا۔
شرط: لغت میں شرط علامت کو کہتے ہیں۔

اصطلاح شرع میں شرط وہ ہے جس کی طرف وجود حکم منسوب ہوتا ہو، یعنی جب شرط موجود ہو تو حکم موجود ہو، وجوب حکم منسوب نہ ہوتا ہو۔

شوہر کے قول ان دخلت الدار فانت طالق میں دخول دار پر معلق طلاق دخول دار کے وقت شوہر کے قول انت طالق کی وجہ سے موجود ہوگی۔ دخول دار کی وجہ سے موجود نہ ہوگی، کیوں کہ طلاق کا وجود دخول سے متعلق ہے اور طلاق شوہر کے قول انت طالق کی وجہ سے واجب و ثابت ہوتی ہے نہ کہ دخول دار کی وجہ سے، کیوں کہ طلاق کا وجوب دخول دار سے متعلق نہیں ہے۔ لہذا دخول دار طلاق کے لئے شرط ہوگا۔

اختیاری

شرط کی اقسام

شرط کی پانچ قسمیں ہیں (۱) شرط محض جیسے دخول دار (۲) ایسی شرط جو علت کے حکم میں ہو جیسے راستہ میں کنواں کھودنا (۳) ایسی شرط جو سبب کے حکم میں ہو۔ اور یہ وہ شرط ہے کہ اس کے اور مشروط کے درمیان فاعل مختار کا فعل ہو، وہ فعل اس کی شرط کی جانب منسوب نہ ہو اور وہ شرط اس فعل پر سابق ہو۔ جیسے حل قید عبد غلام کی بیڑی کھولنا۔ (۴) مجازاً شرط ہو، یعنی اسماً اور معنی شرط ہو لیکن حکماً شرط نہ ہو جیسے ان دو شرطوں میں سے اول جس کے مجموعہ میں حکم معلق ہو، مثلاً شوہر کا قول: ان دخلت الدار هذه الدار فلهذه الدار فانت طالق۔ (۵) ایسی شرط جو علامت خالصہ کے مشابہ ہو جیسے احسان فی الزنا۔

شرط محض: یہ ہے کہ حکم میں اس کی کوئی تاثیر نہ ہو بلکہ علت کا وجود اس پر موقوف ہو جیسے دخول دار۔

دوسری قسم کو صاحب حسامی نے وقد یقام الشرط مقام العلة کے ذریعہ بیان فرمایا ہے۔

فائدہ (۱): جب علت صالح ہو تو شرط علت کے حکم میں نہ ہوگی، اور حکم شرط کی طرف منسوب نہ ہوگا بلکہ علت کی طرف منسوب ہوگا۔

(۲) علت اور سبب کے جمع ہونے کی صورت میں سبب ساقط الاعتبار ہوگا اور حکم علت کی طرف منسوب ہوگا، بشرطے کہ علت صالح حکم ہو۔

(۳) سبب حقیقی علت پر مقدم ہوتا ہے، اور شرط حقیقی علت سے موخر ہوتی ہے۔

علامت: لغت میں علامت نشان کو کہتے ہیں، جیسے مسجد کا منارہ۔

اصطلاح شرع میں علامت وہ ہے جو وجود حکم کو بتلائے اور پہچان کرائے، اس طور پر کہ نہ اس کے ساتھ وجوب حکم متعلق ہو اور نہ وجود حکم متعلق ہو۔ جیسے تکبیرات صلوٰۃ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے کی علامت ہے۔

فائدہ: مجازاً علامت کو شرط کہا جاتا ہے، جیسے باب زنا میں احصان یعنی احصان زانی کے مستحق رجم ہونے کی علامت ہے۔

احصان کہتے ہیں زانی کا آزاد مسلمان اور مکلف ہونا جس نے نکاح صحیح کے ساتھ

کم از کم ایک دفعہ جماع کیا ہو۔ (نور الانوار ص ۲۸۴)

لوگوں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ عقل علت موجبہ ہے یا نہیں، معتزلہ کے نزدیک عقل حتمی اور قطعی طور پر ان امور کے لئے علت موجبہ ہے جن کو وہ مستحسن سمجھتی ہے اور ان امور کے لئے علت محرمہ ہے جن کو وہ برا سمجھتی ہے، بلکہ عقل کی تاثیر شرعی علتوں

سے بڑھ کر ہے، معتزلہ تمام خطابات شرع کو نفس عقل کی طرف متوجہ کرتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک عقل اصل بنفسہ ہے اور شریعت اس کے تابع ہے۔

اشاعرہ کے نزدیک: دلیل سمعی اور ورود شرع کے بغیر عقل کا بالکل اعتبار نہیں ہے، ورود شرع کے بغیر حسن و قبح کی معرفت میں عقل بالکل غیر دخیل ہے۔

قول صحیح: عقل نہ تو بذات خود موجب ہے نہ محرم، اور نہ ہی بالکل بیکار ہے، بلکہ اہلیت خطاب ثابت کرنے کے لئے عقل معتبر ہے، چنانچہ بغیر عقل کے شریعت کے احکام کی تکلیف کا وقوع نہیں ہوتا ہے۔

عقل: آدمی کے بدن میں ایک نور ہے، جس سے ایسا راستہ روشن ہوتا ہے جس کی ابتدا اس جگہ سے ہوتی ہے، جہاں حواس کا ادراک ختم ہوتا ہے۔

فائدہ: عقل کے سبب، راستہ روشن ہونے کی وجہ سے مطلوب قلب کے لئے ظاہر ہو جاتا ہے، چنانچہ قلب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، تامل عقل کے ذریعہ مطلوب کا ادراک کرتا ہے۔ عقل کے واجب کرنے سے ادراک نہیں کرتا ہے۔ الحاصل تامل عقل کے بعد قلب کے لئے مطلوب کا حصول اللہ کی توفیق سے ہے، بطریق ایجاب نہیں۔

بہر حال عقل بغیر توفیق الہی کے معرفت کے حصول میں ناکافی ہے، بلکہ ورود شرع کی محتاج ہے۔

اہلیت کا بیان

اہلیت: کا لغوی معنی ہے صلاحیت و قابلیت۔

انسان کا کسی شے کی اہلیت رکھنے کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ شے اس سے صادر ہو سکے۔

اہلیت کا شرعی معنی: انسان کا اس بات کی صلاحیت رکھنا کہ حقوق شرعیہ اس کے لئے اور اس پر واجب ہو سکیں۔

اہلیت کے اقسام

اہلیت کی دو قسمیں ہیں (۱) اہلیت وجوب (۲) اہلیت ادا۔

اہلیت وجوب: انسان کا شغل ذمہ کے قابل ہونا، یعنی انسان اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس کے لئے اور اس پر حقوق شرعیہ واجب کئے جاسکتے ہوں۔

اہلیت ادا: انسان کا فعل (مامور بہ) بجالانے کے قابل و صالح ہونا، یعنی انسان فعل مامور بہ بجالانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

فائدہ: اہلیت وجوب، قیام ذمہ پر مبنی ہے، یعنی اہلیت نفس وجوب اس وقت ثابت ہوگا جب کہ ایسا ذمہ موجود ہو جو اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس کے لئے حقوق واجب کئے جائیں اور اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ہو کہ اس پر حقوق واجب کئے جائیں۔

ذمہ: وہ وصف ہے جس کی وجہ سے آدمی ایجاب علیہ اور استحباب لہ کا اہل ہو جاتا ہے۔

فائدہ: اہلیت وجوب کے قیام ذمہ پر مبنی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے لئے ایسا ذمہ ہوتا ہے جو اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس کے لئے حقوق واجب ہوں اور اس بات کی بھی صلاحیت رکھتا ہے کہ اس پر حقوق واجب ہوں۔

ولادت کے وقت ہی سے ذمہ صالحہ کا ثبوت عہد الست پر مبنی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا.

ضابطہ: وجوب بذاتہ مقصود نہیں، بلکہ نفس وجوب سے مقصود اور غرض اصلی اس کا حکم یعنی اختیار کے ساتھ ادا کرنا ہے، لہذا اُن افعال میں جس کی ادائیگی بالا اختیار ضروری ہے، وجوب کے حکم (ادبالاتیار) کے معدوم ہونے سے وجوب باطل ہو جاتا ہے۔ جس طرح محل کے معدوم ہونے سے وجوب معدوم و باطل ہو جاتا ہے۔

اہلیت ادا کی اقسام

اہلیت ادا کی دو قسمیں ہیں: (۱) اہلیت قاصرہ (۲) اہلیت کاملہ

فائدہ: ادا و قدرتوں سے متعلق ہوتی ہے۔ قدرۃ فہم خطاب اور قدرت عمل سے۔ قدرت فہم خطاب عقل سے حاصل ہوتی ہے اور قدرت عمل بدن سے حاصل ہوتی ہے۔ اہلیت کاملہ: دونوں قدرت (قدرت فہم خطاب، قدرت عمل) کا حصول و تحقق بطریقہ کمال ہو۔

اہلیت قاصرہ: دونوں کا یا ایک کا حصول و تحقق بطریقہ کمال نہ ہو بلکہ بطریقہ نقصان ہو، یعنی دونوں ناقص ہوں یا ایک۔

اہلیت قاصرہ کی دو صورتیں:

(۱) دونوں قدرت ناقص ہو، جیسے بدن کی قدرت بلوغ سے پہلے قاصر ہے، نقصان عقل کی وجہ سے قدرت فہم خطاب ناقص اور ضعف بدن کی وجہ سے قدرت عمل ناقص ہے۔

(۲) دونوں میں سے ایک ناقص ہو، جیسے کوئی بلوغ کے بعد خفیف العقل معتوہ ہو، تو قدرت عمل کامل ہے، جس کا حصول بدن سے ہوتا ہے، مگر نقصان عقل کی وجہ سے قدرت فہم خطاب ناقص ہے۔

فائدہ: اہلیت قاصرہ پر صحتِ ادائیگی ہے، یعنی اگر کوئی شخص اہلیت قاصرہ کے ساتھ ادا کرے گا تو اس کا ادا کرنا صحیح ہوگا، اگرچہ یہ ادا اس پر واجب نہ تھی، اہلیت کاملہ پر وجوب ادا اور خطاب کا متوجہ ہونا مبنی ہے، لہذا جب انسان بالغ ہو گیا اور اس کی عقل کامل ہو گئی تو اب اس پر ادا لازم ہوگی اور اس کی طرف شارع کا خطاب متوجہ ہوگا۔

اہلیت پر عارض ہونے والے امور کا بیان

عوارض: وہ امور جو ان احکام کے تغیر میں مؤثر ہوتے ہیں جو اہلیت و وجوب اور اہلیت ادا سے متعلق ہوتے ہیں۔ اور احکام کو ان کی سابقہ حالت پر ثابت ہونے سے روک دیتے ہیں۔

عوارض کی دو قسمیں: (۱) سماوی (۲) مکتسب (کسبی)

سماوی: وہ عوارض ہیں جو اللہ کی جانب سے ثابت ہوں اور ان میں بندوں کا کوئی اختیار نہ ہو۔
مکتسب (کسبی): سماوی کی ضد۔ وہ عوارض ہیں جن میں بندوں کے اختیار کا دخل ہو۔
عوارض سماوی گیارہ ہیں:

(۱) صغر (۲) جنون (۳) عتہ (اختلاطِ عقل) (۴) نسیان (۵) نوم (۶) اغماء
(۷) رِق (۸) مرض (۹) حیض (۱۰) نفاس (۱۱) موت۔

عوارض مکتسب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ عوارض مکتسب جو مکلف کی جانب سے حاصل ہوں۔
(۲) وہ عوارض مکتسب جو مکلف کے علاوہ کی جانب سے حاصل ہوں۔
وہ عوارض مکتسب جو مکلف کی جانب سے حاصل ہوتے ہیں چھ ہیں:

(۱) جہل (۲) سفہ (خفتِ عقل، اضطرابِ عقل) (۳) سکر (۴) ہزل (۵)

خطا (۶) سفر۔

وہ عوارض مکتسب جو مکلف کے علاوہ کی جانب سے حاصل ہوتے ہیں وہ صرف ”اکراہ“ ہے۔

اکراہ کی دو صورت ہے:

- (۱) ایسی چیز کے ساتھ اکراہ جس میں مکروہ کے لئے اضطرار والجاہ ہو۔
 - (۲) ایسی چیز کے ساتھ اکراہ جس میں مکروہ کے لئے اضطرار والجاہ نہ ہو۔
- الحاصل: عوارض مکتسب کل سات ہیں۔

جنون: ایسی آفت ہے جو دماغ میں اس طرح حلول کر جاتی ہے کہ انسان کو مقتضائے عقل کے خلاف افعال پر آمادہ کرتی ہے جب کہ اس کے بدن اور اعضاء میں کسی طرح کا فتور وضعف نہیں ہوتا ہے۔

احکام جنون

(۱) جنون اقوال پر حجر و پابندی واجب کرتا ہے، یعنی مجنون کے اقوال معتبر نہیں، لہذا مجنون کی طلاق، عتاق اور ہبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

(۲) اگر جنون ممتد ہو تو جنون کی وجہ سے وہ ضرر ساقط ہو جاتا ہے جو بالغ سے دوسرے اعذار کی وجہ سے سقوط کا احتمال رکھتا ہے۔ جیسے حدود و کفارات جو بالغ سے شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، جنون کی وجہ سے بھی ساقط ہو جائیں گے۔ عبادات نماز، روزہ وغیرہ اعذار کی وجہ سے عاقل بالغ سے ساقط ہو جاتی ہیں تو جنون کی وجہ سے بھی ساقط ہو جائیں گی۔

جنون ممتد کی حد: روزے کے سلسلے میں جنون کے امتداد کی حد یہ ہے کہ جنون پورے ماہ رمضان کو گھیر لے، نمازوں کے سلسلے میں جنون کے امتداد کی حد یہ ہے کہ جنون ایک دن ایک رات سے زیادہ ہو جائے۔

فائدہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جنون کا ایک دن ایک رات پر زائد ہونا نمازوں کے اعتبار سے ہے۔ لہذا جب تک چھ نمازیں ذمہ میں نہیں ہوں گی، قضا ساقط نہ ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک دن ایک رات پر زائد ہونا ساعات و اوقات کے اعتبار سے ہے۔ لہذا اگر کوئی زوال سے کچھ پہلے پاگل ہو گیا اور دوسرے دن زوال کے بعد ہوش میں آیا تو اس پر قضا نہیں ہے کیوں کہ وہ اوقات کے اعتبار سے ایک دن ایک رات سے زائد ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک قضا ہے، ہاں اگر عصر کی نماز کا وقت داخل ہو جائے تو قضا نہیں، کیوں کہ چھ نماز ذمہ میں ہو گئی۔

امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ کے سلسلے میں جنون کے امتداد کی حد یہ ہے کہ جنون پورے سال کو گھیر لے۔ امام ابو یوسفؒ نے آسانی کے لئے اکثر سال کو کل کے قائم مقام کر دیا ہے، لہذا اگر گیارہ مہینہ جنون رہا اس کے بعد زائل ہو گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی، بلکہ واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ ساقط ہوگی، واجب نہ ہوگی۔

فائدہ: جو چیز حسن ہو اور قبح کا احتمال نہ رکھتی ہو جیسے ایمان اور جو چیز قبیح ہو، اور عفو و معافی کا احتمال نہ رکھتی ہو جیسے کفر، تو یہ چیزیں مجنون کے حق میں ثابت ہوں گی، اس کے والدین کے تابع ہو کر۔ یعنی اگر والدین مومن ہیں تو مجنون بھی مومن شمار ہوگا اور اگر وہ مرتد ہو گئے تو وہ بھی مرتد شمار ہوگا۔

اختیاری

جنون کی دو قسمیں ہیں (۱) جنون ممتد (۲) جنون غیر ممتد
ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) اصلی (۲) طاری

جنون اصلی: یہ ہے کہ بلوغ کے پہلے ہی سے جنون چلا آ رہا ہو اور اسی حال میں بالغ ہوا ہو۔
جنون طاری: یہ ہے کہ بلوغ کے وقت صحیح العقل ہو، بالغ ہونے کے بعد جنون طاری ہوا ہو۔
الحاصل: جنون کی کل چار قسمیں ہیں (۱) جنون ممتد اصلی (۲) جنون ممتد طاری (۳) جنون غیر ممتد اصلی (۴) جنون غیر ممتد طاری۔

تنبیہ: امام زفر اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ تمام قسمیں تمام عبادات کے وجوب سے مانع ہیں۔ جنون ممتد اصلی اور طاری بالاتفاق تمام عبادات کے لئے مسقط ہے، جنون غیر ممتد طاری علماء احناف ثلاثہ کے نزدیک عبادات کے لئے مسقط نہیں ہے۔ اور جنون غیر ممتد اصلی بقول محشی ابو یوسفؒ کے نزدیک اور بقول نامی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عبادات کے لئے مسقط ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک جنون غیر ممتد اصلی جنون غیر ممتد طاری کی طرح عبادات کے لئے غیر مسقط ہے۔

صغر

صغر (کم سنی) ابتدائی حالت میں یعنی عاقل ہونے سے پہلے جنون کے مشابہ ہے، لہذا جو امور مجنون سے ساقط ہوتے ہیں وہ صغیر سے بھی ساقط ہوں گے کیوں کہ جس طرح مجنون میں عقل معدوم ہوتی ہے اور وہ اچھے برے کی تمیز نہیں کر سکتا ہے، اسی طرح صغیر میں بھی عقل معدوم ہوتی ہے۔ اور اچھے برے کی تمیز نہیں کر سکتا ہے۔

ضابطہ: احکام صغیر کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ صغیر سے ذمہ داری اٹھالی گئی ہے یعنی جو احکام معافی کا احتمال رکھتے ہیں صغیر سے ان کی ذمہ داری ساقط کر دی گئی، اور جن احکام میں کوئی ذمہ داری اور ضرر نہیں ان کو اگر صغیر خود کرے گا یا اس کے لئے کوئی دوسرا (ولی) کرے گا تو درست ہے۔

فائدہ: رقتِ اہلیت میراث کے منافی ہے، اور کفر میراثِ مسلم کے منافی ہے، کیوں کہ کفر اہلیت و لایت کے منافی ہے، جب کہ ولایت مدارِ ارث ہے۔

فائدہ: سببِ حق اور اہلیتِ حق کے معدوم ہونے کی وجہ سے حق کا معدوم ہونا سزا اور عقوبت کے طور پر نہیں ہے۔

جنون اور صغر کے درمیان فرق

جنون غیر محدود ہوتا ہے اس کے زوال کا کوئی وقت متعین نہیں ہے، اور صغر محدود ہوتا ہے۔ عادتہ اللہ کے مطابق اس کے زوال کا ایک وقت متعین ہے۔

عَتَہ

عَتَہ: عقل میں اس طور پر خلل کا واقع ہونا کہ معتوہ کا کلام مختلط ہو جائے کہ کبھی تو وہ عاقلوں جیسی باتیں کرنے لگے اور کبھی اس کی باتوں سے دیوانگی سُکنے لگے۔

ضابطہ: بلوغ کے بعد عتہ تمام احکام میں عقل کے ساتھ بچپن و صبا کے مثل ہے، یعنی معتوہ بالغ کا وہی حکم ہے جو صبی عاقل کا حکم ہے، حتیٰ کہ ”عتہ“ معتوہ کے قول و فعل کی صحت سے مانع نہ ہوگا، جیسا کہ ”صبا مع العقل“ صبی عاقل کے قول و فعل کی صحت سے مانع نہیں ہے، لیکن ”عتہ“ معتوہ پر عہدہ یعنی ایسی چیز لازم کرنے سے مانع ہوگا جس میں معتوہ کا ضرر ہو، معتوہ سے خطاب اسی طرح اٹھالیا گیا جس طرح صبی سے اٹھالیا گیا، یعنی معتوہ احکام شرع کا مخاطب بننے کا اہل نہیں ہے۔ اس پر دوسروں کی ولایت ہوگی۔ لیکن وہ اپنے غیر کا ولی نہ ہوگا۔

نسیان:

نسیان بغیر کسی آفت اور بیماری کے بعض قطعی طور پر معلوم شدہ چیزوں سے جاہل

اور بے خبر ہونا باوجود دے کہ بہت ساری چیزوں کا علم ہو۔

فائدہ: نسیان حقوق اللہ میں نفس و جوب اور وجوب ادا کے منافی نہیں ہے، ہاں! اگر نسیان کا غلبہ ہو اور بالعموم طاعت نسیان سے خالی نہ رہتی ہو تو نسیان حقوق اللہ میں عفو کا سبب ہوگا، اور نسیان کا اعتبار نہ ہوگا ہاں! حقوق العباد میں نسیان سبب عفو نہ ہوگا۔

نوم

(۱) نوم وہ طبعی کسل و سستی ہے جو بلا اختیار انسان میں پیدا ہوتی ہے، اور حواس ظاہرہ اور باطنہ کو ان کی سلامتی کے باوجود عمل سے اور عقل کے وجود کے باوجود عقل کے استعمال سے روک دیتی ہے۔

(۲) نوم قدرت کے استعمال سے ایسی عاجزی ہے جو اختیار کے منافی ہوتی ہے۔
فائدہ: نوم اختیار کے منافی ہے، لہذا نوم عمل کے حق میں خطاب ادا کی تاخیر کا موجب ہے، اور نائم کی عبارات طلاق و عتاق، اسلام و ردّت وغیرہ کے سلسلہ میں بالکل باطل ہے، نیز نماز میں قرأت و کلام سے کوئی حکم (صحت و فساد) متعلق نہ ہوگا۔ چنانچہ نائم کی قرأت صحیح نہ ہوگی، لہذا نماز بھی صحیح نہ ہوگی، اور ایسے ہی جب نائم نے نماز میں تکلم کیا تو اس کا کلام معتبر نہ ہوگا۔ لہذا اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

اغماء

اغماء قوت مد رکہ اور قوت محرکہ کا ایسے مرض کی وجہ سے معطل ہو جانا جو دماغ یا قلب کو عارض ہوتا ہے۔

فائدہ: اغماء مرض ہے۔ جنون کی طرح زوال عقل نہیں ہے۔ اغماء نوم (نیند) کے مثل

ہے، جس طرح نوم (نیند) سے اختیار اور استعمال قدرت فوت ہو جاتا ہے اسی طرح اغناء سے بھی اختیار اور استعمال قدرت فوت ہو جاتا ہے۔ لہذا اغناء صحت عبارات کے لئے مانع ہے، اور مغنی علیہ کی عبارات باطل ہیں۔ بلکہ اغناء نوم سے سخت ہے، کیوں نوم طبعی اور فطری سستی ہے جس سے انسان حالت صحت میں بھی خالی نہیں رہتا ہے۔ اور اغناء ایسا عارض ہے جو قوت کے بالکل منافی ہے۔

رِق

رِق لغت میں ضعف کا نام ہے۔ اور اصطلاح شرع میں عجز حکمی ہے بایں حیثیت کہ غلام و رقیق ان احکام (شہادت، ولایت، قضا اور مالکیت مال وغیرہ) پر قادر نہیں ہوتا جن پر آزاد انسان قادر ہوتا ہے۔

فائدہ: رقیق ابتداءً اور اصل وضع میں حق اللہ ہے جو کفر کی سزا کے طور پر مشروع ہے لیکن انتہاء اور بقاء حق العبد ہے جو دیگر احکام کی طرح حکم شرعی کے طور پر ثابت ہے۔ نیز رقیق وصف غیر متجزی ہے۔

تنبیہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعتاق متجزی ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک اعتاق کا اثر ازالہ ملک ہے جو متجزی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اعتاق غیر متجزی ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک اعتاق کا اثر عتق (رقیت کا زائل ہونا) ہے، جو غیر متجزی ہے۔

احکام رِق: (۱) رقیق مالکیت مال کے منافی ہے۔ (۲) رقیق مال کے علاوہ دوسری چیز (نکاح، دم اور حیات) کی مالکیت کے منافی نہیں ہے۔ (۳) رقیق ان کمالات کے حصول کے منافی ہے جن کو شرافت دنیوی کی اہلیت میں دخل ہے جیسے ذمہ، ولایت، حل۔ (۴) رقیق عصمت دم میں موثر نہیں ہاں قیمت دم میں موثر ہے۔ (۵) عصمت ایمان اور

عصمت دار ایمان میں غلام آزاد کے مانند ہے۔

مرض

مرض بدن کی وہ حالت ہے جس کے ذریعے طبیعت کا اعتدال زائل ہو جاتا ہے۔
فائدہ: مرض حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے کسی حکم کے وجوب کی اہلیت اور اہلیت عبارت کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ اس پر خطاب متوجہ ہوگا اس کے حق احکام کا ثبوت ہوگا، خواہ حقوق اللہ کی قبیل سے ہوں یا حقوق العباد کی قبیل سے، اور وہ مقاصد کی تعبیر کا اہل ہوگا، اس کی طلاق و عتاق صحیح ہوگی۔

حیض و نفاس

حیض: ایسا خون ہے جس کو بیماری اور صغر سے سلامت عورت کا رحم پھینکے۔
نفاس: وہ خون ہے جو ولادت کے بعد عورت کے قبل سے نکلے۔
فائدہ: حیض و نفاس کسی بھی طرح اہلیت کو معدوم نہیں کرتے نہ اہلیت وجوب اور نہ ہی اہلیت ادا۔

موت

موت: اکثر اہل سنت نے فرمایا کہ موت ایسی صفت وجوبی ہے جس کو زندگی و حیات کی ضد کے طور پر پیدا کیا گیا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ موت ایسی چیز سے عدم حیات ہے جس کی شان حیات ہو۔

فائدہ: موت عجز خالص ہے، جس میں بالکل قدرت نہیں رہتی ہے۔

احکام موت:

احکام کی دو قسمیں ہیں: (۱) احکام دنیوی، (۲) احکام اخروی۔
 احکام دنیوی کی چار قسمیں ہیں: (۱) وہ احکام جو تکلیف کی قبیل سے ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ۔ ایسے احکام موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، ہاں گناہ کے حق میں باقی رہتے ہیں۔

(۲) وہ احکام جو میت پر دوسروں کی حاجت کی وجہ سے مشروع ہوں، وہ اگر عین شے کے ساتھ متعلق ہوں تو ایسے احکام اُس عین کے باقی رہنے کی وجہ سے موت کے بعد بھی باقی رہیں گے۔ جیسے شی مرہون کہ اس کے ساتھ مرہون کا حق متعلق ہے، اور اگر عین شے کے ساتھ متعلق نہ ہوں بلکہ دین فی الذمہ کی قبیل سے ہوں تو محض ذمہ کی وجہ سے باقی نہیں رہیں گے بلکہ جب ذمہ کے ساتھ مال ملا ہو یا مؤکد ذمہ (کفیل کا ذمہ) ملا ہو تو باقی رہیں گے۔ چنانچہ مال چھوڑنے کی صورت میں اس مال سے دین وصول کیا جائے گا اور کفیل چھوڑنے کی صورت میں اس سے دین کا مطالبہ کیا جائے گا۔

(۳) وہ احکام جو دوسروں کی حاجت کی وجہ سے مشروع ہوں اگر وہ بطریق صلہ ہوں جیسے محارم کا نفقہ، کفارات، صدقہ فطر تو ایسے احکام موت کی وجہ سے تمام اوقات میں ساقط ہو جائیں گے، البتہ اگر میت نے وصیت کی ہو تو تہائی مال میں وصیت صحیح ہوگی۔

(۴) وہ احکام جو خود میت کے لئے مشروع ہوں وہ اتنی مقدار میں باقی رہیں گے جس سے میت کی حاجت پوری ہو جائے، کیوں کہ ان کا مدار حاجت پر ہے اور موت حاجت کے منافی نہیں ہے۔

میت احکام آخرت میں زندوں کے حکم میں ہوتا ہے۔

عوارضِ مکتسبہ

جہل

جہل دو طرح کا ہوتا ہے، (۱) جہل بسیط، (۲) جہل مرکب۔

جہل بسیط: ایسی چیز کا نہ جاننا جس کی شان یہ ہو کہ اس کو جانا جائے۔

جہل مرکب: وہ اعتقاد جازم ہے جو واقع کے مطابق نہ ہو، لیکن مطابقت کا اعتقاد رکھتا ہو۔

جہل کی چار قسمیں ہیں:

(۱) جہل باطل بلاشبہ یعنی وہ جہل جو نہ عذر کی صلاحیت رکھتا ہے، نہ ہی شبہ کی اور

جو بلا شک و شبہ باطل ہے، وہ کفر ہے جس کے بطلان میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے اور وہ آخرت میں عذر کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

(۲) وہ جہل جو قسم اول (کافر کے جہل) سے کمتر ہے لیکن قسم اول کی طرح

آخرت میں عذر کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام آخرت میں صاحب ہوئی کا جہل ہے، نیز باغی کا جہل ہے۔

(۳) وہ جہل جو شبہ کی صلاحیت رکھتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ جہل

اجتہاد صحیح کی جگہ میں ہو، یہ جہل عذر شمار ہوگا، جیسے ختم کا اس گمان سے افطار کرنا کہ حجامہ مُفطرِ صوم ہے تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (۲) وہ جہل موضع اشتباہ میں ہو۔ یہ جہل بھی عذر

شمار ہوگا، جیسے باپ کا بیٹے کی باندی سے زنا کرنا اس گمان سے کہ وہ اس کے لئے حلال ہے تو حد لازم نہ ہوگی۔

(۴) وہ جہل جو عذر کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ اس شخص کا جہل ہے جو دارالحر

میں مسلمان ہو گیا ہو، تو اس کا جہل احکام شرع کے سلسلے میں عذر ہوگا۔

تیسری اور چوتھی قسم میں فرق:

تیسری قسم میں جہل دلیل پر مبنی ہوتا ہے اور چوتھی قسم میں جہل دلیل پر مبنی نہیں ہوتا ہے۔

سکر (نشہ)

سکر: ایسا سرور ہے جو عقل کو زائل کئے بغیر انسان کی عقل پر غالب آجائے۔

سکر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ سکر جو بطریق مباح ہو جیسے مکرہ کے شراب پینے سے حاصل شدہ سکر۔

(۲) وہ سکر جو بطریق ممنوع ہو، جیسے حالت اختیار میں شراب پینے سے حاصل

شدہ سکر۔

فائدہ: سکر کی پہلی قسم اغواء اور بیہوشی کے درجہ میں ہے حتیٰ کہ اس کی طلاق، عتاق اور

دیگر تمام تصرفات صحیح نہ ہوں گے۔ دوسری قسم بالا جماع خطاب کے منافی نہیں ہے، لہذا

اہلیت باطل نہیں ہوگی، اور شریعت کے تمام احکام سکر میں مبتلا آدمی پر لازم ہوں گے۔

البتہ استحساناً مرتد ہونا اور ان حدود کا اقرار کرنا نافذ نہ ہوگا جو خالصۃً اللہ کا حق ہیں۔

ہزل

ہزل: لغت میں لعب اور عبث کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں ہزل کہتے ہیں شے سے

غیر موضوع لہ کو مراد لینا۔ لہذا ہزل بیع میں شرط خیار کے درجے میں ارتکاب تصرفات پر

رضامندی کے منافی نہیں ہے، بلکہ تکلم اور استعمال الفاظ میں ہازل کی پوری رضا ہوتی ہے،

ہاں ہزل اختیار حکم اور رضا بالحکم کے منافی ہے، لہذا محتمل نقض و فسخ، اختیار و رضا پر موقوف

حکم کے فسخ و اسقاط میں ہزل مؤثر ہوگا۔ ہزل سے حکم ثابت نہ ہوگا جیسے بیع اور اجارہ۔ اور غیر محتمل رد و تراخی، اختیار و رضا پر غیر موقوف حکم کے فسخ و اسقاط میں مؤثر نہ ہوگا بلکہ ہزل سے حکم ثابت ہوگا جیسے طلاق و عتاق۔ نیز جن عقدوں میں مال مقصود ہوتا ہے جیسے خلع اور عتق علی مال وغیرہ ان میں ہزل صاحبین کے نزدیک کسی حال میں مؤثر نہیں ہے، ہزل باطل ہوگا، تصرف لازم ہوگا حتیٰ کہ جو مال مذکور ہوا ہے وہ واجب ہوگا۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان میں ہزل معتبر و مؤثر ہے اور ہزل اقرار کے لئے مبطل ہے خواہ متحمل فسخ کا اقرار ہو یا غیر محتمل فسخ کا اقرار ہو۔

ضابطہ: جن معاملات میں ہزل مؤثر ہوتا ہے اُن میں ہزل کی موافقت پر عمل کرنا اس وقت واجب ہوگا جب کہ عاقدین نے بنا پر اتفاق کیا ہو، ہزل خواہ اصل عقد میں ہو خواہ مقدار بدل میں ہو، خواہ جنس بدل میں ہو، اور اگر عاقدین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ عقد کے وقت دونوں خالی الذہن تھے یا دونوں نے اختلاف کیا تو جانبِ جد (حقیقت پسندی) کو ترجیح دیتے ہوئے مدعیِ جد کا قول معتبر ہوگا اور عقد صحیح ہوگا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اور صاحبین کے نزدیک ہزل باطل ہونے کی وجہ سے طلاق واقع ہوگی، اور عورت پر مال واجب ہوگا، ان کے نزدیک جانبِ جد کو ترجیح دینے کی بنا پر طلاق کا واقع ہونا اور مال کا واجب ہونا نہیں ہے۔

سفہ

سفہ: انسان کو لاحق ہونے والی وہ خفت ہے جو خلاف موجب عقل کی باعث ہوتی ہے۔

فائدہ: سفہ عقل و شرع کے مقتضی کے خلاف مال کے اسراف و اتلاف کا سبب ہے۔

سفہ اپنے اختیار سے عقل کے ہوتے ہوئے خلاف موجب عقل عمل کرتا ہے۔

حکم: سفہ اہلیت خطاب میں مغل نہیں ہے، احکام شرع میں سے کسی بھی حکم کے لئے مانع نہیں اور امام صاحب کے نزدیک تصرفات سے ممانعت بالکل ہی موجب نہیں خواہ تصرف محتمل فسخ ہو یا غیر محتمل فسخ ہو، جب کہ امام صاحب کے علاوہ کے نزدیک یہ حکم ان تصرفات میں ہے جن کے لئے ہزل مبطل نہیں ہے۔ جیسے طلاق، عتاق وغیرہ۔

معتوہ وسفیہ میں فرق: معتوہ بعض اقوال و افعال میں مجنون کے مشابہ ہوتا ہے، جب کہ سفیہ مجنون کے مشابہ نہیں ہوتا ہے۔

خطا: لغت میں صواب اور درستگی کی ضد ہے۔

اصطلاح میں خطا کہتے ہیں ارادہ کی ہوئی چیز کے خلاف واقع ہونا۔
بالفاظ دیگر۔ کسی فعل کا بغیر قصد و ارادہ کرنا۔

فائدہ: خطا ایک ایسا عذر ہے جس کے اندر حقوق اللہ کے سقوط کی صلاحیت ہے بشرطے کہ خطا کا حصول اجتہاد سے ہو۔ نیز خطا عقوبت میں شبہ ہے۔ لہذا خاطی فی القتل گنہ گار نہ ہوگا اور حدود و قصاص سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا، ہاں کفارہ لازم ہوگا۔

خاطی کی طلاق احناف کے نزدیک درست ہے اور اس کی بیع کا منعقد ہونا مکرمہ کی بیع کے مانند واجب ہے۔

سفر

سفر: سیر کے ارادہ سے موضع اقامت سے لمبا خروج۔

اس کی ادنیٰ مسافت اونٹ کی چال سے تین دن تین رات ہے یعنی اڑتالیس میل (۷۸ کلومیٹر)

فائدہ: سفر اہلیت و احکام کے منافی نہیں ہے۔ یہ بنفسہ اسباب تخفیف میں سے ہے،

چنانچہ سفر چار رکعت والی نماز کے قصر میں اور روزہ کی تاخیر میں موثر ہے۔

اکراہ

اکراہ: کسی دوسرے شخص کو ایسے امر پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے، اور جس کے ارتکاب کا ارادہ نہیں ہے۔

اکراہ کی دو قسمیں ہیں (۱) کامل۔ (۲) قاصر
اول کو اکراہ ملتی اور ثانی کو اکراہ غیر ملتی کہا جاتا ہے۔

اکراہ کامل: وہ اکراہ ہے جو مفسد اختیار اور موجب اضطراب ہو، جیسے ایسی چیز کی تہدید جس کا نفس پر یا عضو پر خوف کیا جائے۔

اکراہ قاصر: وہ اکراہ ہے جو معدوم رضا ہو اور موجب اضطراب نہ ہو، جیسے تہدید بالحبس یا تہدید بالضرب۔

حکم اکراہ: اکراہ نہ تو منافی اہلیت ہے اور نہ سقوط خطاب کا موجب ہے، خواہ اکراہ ملتی ہو یا غیر ملتی ہو۔ الحاصل: اکراہ بنفسہ اقوال و افعال میں سے کسی کے ابطال کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، لہذا مکروہ کے اعمال و اقوال صحیح و معتبر ہوں گے، ہاں جب کوئی دلیل مغیر اس کے ساتھ لاحق ہو جائے تو مکروہ کے افعال و اقوال صحیح و معتبر نہ ہوں گے۔ بلکہ اکراہ مبطل ہو جائے گا۔

فائدہ: اکراہ کامل کا اثر نسبت کی تبدیلی (مکروہ کے فعل کو مکروہ کی طرف منسوب ہونے) میں اور اکراہ قاصر کا اثر رضامندی کے فوت کرنے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ معاملات و افعال فاسد ہوں گے جو فسخ کا احتمال رکھتے ہیں اور رضا پر موقوف رہتے ہیں جیسے بیع اور اجارہ۔ کہ اکراہ کی صورت میں یہ عقود فاسد ہو کر منعقد ہوں گے، البتہ وہ عقود و تصرفات جو

رضا پر موقوف نہیں ہیں جیسے طلاق اور عتاق تو وہ مکڑہ کی طرف سے اسی طرح نافذ ہوں گے جس طرح غیر مکڑہ کی طرف سے نافذ ہوتے ہیں۔

مکڑہ کے تمام اقرار صحیح نہ ہوں گے، اکراہ کامل کی وجہ سے اقرار ہو یا اکراہ قاصر کی وجہ سے قابل فسخ تصرف کا اقرار ہو یا ناقابل فسخ تصرف کا اقرار ہو۔

وضاحت: اکراہ کامل اگر ایسے فعل کے ساتھ ہو جس میں فاعل (مکڑہ) دوسرے کا آلہ بن سکتا ہو مثلاً جان یا مال کا تلف کرنا تو مکڑہ سے صادر ہونے والا فعل مکڑہ کی طرف منسوب ہوگا۔ مکڑہ کے فعل کا حکم مکڑہ پر لازم ہوگا اور مکڑہ درمیان سے نکل جائے گا۔

اور اگر اکراہ کامل ایسے فعل کے ساتھ ہو جس میں مکڑہ دوسرے کا آلہ نہ بن سکتا ہو تو مکڑہ سے صادر ہونے والے فعل کو مکڑہ کی طرف منسوب کرنا درست نہ ہوگا بلکہ مکڑہ ہی کی طرف منسوب ہوگا۔

اگر فعل ایسا ہو جس کی ذات کی طرف نظر کرتے ہوئے اس میں فاعل (مکڑہ) کا دوسرے کے لئے آلہ بننا ممکن ہو مگر اس فعل کے محل کی طرف نظر کرتے ہوئے آلہ بننا ممکن نہ ہو تو اس فعل کا حکم مکڑہ پر لازم ہوگا اور مکڑہ کی طرف منسوب ہوگا، مثلاً ایک شخص نے محرم کو شکار مارنے پر مجبور کیا تو اکراہ کی وجہ سے اس کو مار ڈالا تو یہ فعل قتل مکڑہ پر ہی منحصر رہے گا، اسی کی طرف منسوب ہوگا، اور اس کا حکم (جنایت کا تاوان) اسی پر لازم ہوگا۔ مکڑہ مکڑہ کے لئے آلہ نہ ہوگا۔

مکڑہ سے مکڑہ کی طرف فعل مکڑہ علیہ کا منتقل ہونا اور مکڑہ کی طرف منسوب ہونا امر حکمی ہے، امر حسی نہیں ہے۔ لہذا یہ انتقال اس فعل میں درست ہوگا جس فعل کا وجود و صدور معقول (ممکن و متصور) ہو، محسوس نہ ہو۔

اکراہ کے مذکورہ احکام امام اعظم ابو حنیفہؒ (ہم احناف) کے نزدیک ہیں۔

امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مکڑہ کے قولی تصرفات مثلاً طلاق، عتاق، بیع وغیرہ لغو اور باطل ہیں۔ ان تصرفات کا حکم ثابت نہیں ہوگا بشرطے کہ اکراہ ناحق ہو، لیکن اگر اکراہ برحق ہو تو وہ صحیح ہوگا۔

اگر ایسے فعل پر اکراہ کامل ہو جس کی نسبت مکڑہ کی طرف ممکن ہو تو فعل مکڑہ کی طرف منسوب ہوگا اور مکڑہ ہی ماخوذ ہوگا، اور مکڑہ کو مکڑہ کے لئے آلہ قرار دیا جائے گا اور اگر ایسے فعل پر اکراہ کامل جس کی نسبت مکڑہ کی طرف ممکن نہ ہو تو یہ فعل بالکلیہ باطل ہوگا۔ اور کسی سے مواخذہ نہ ہوگا۔

اکراہ کی تمامیت: اکراہ کی تمامیت اور کمال یہ ہے کہ اکراہ کو ایسا عذر قرار دے دیا جائے جو مکڑہ کے لئے فعل کو شرعاً مباح کر دے۔

اکراہ و ہزل میں فرق: ہزل حکم کو اختیار کرنے اور اس پر راضی ہونے سے تو مانع ہے لیکن سبب کو اختیار کرنے اور اس پر راضی ہونے سے مانع نہیں ہے۔ اور اکراہ رضا بالحکم اور رضا بالسبب دونوں سے مانع ہوتا ہے۔

حروفِ معانی

حروفِ معانی: وہ معنی دار حروف ہیں جو افعال کے معانی کو اسماء تک پہنچاتے ہیں اور اسم و فعل کے مقابلہ میں آتے ہیں۔

مسائل فقہیہ میں سے بعض کا حروفِ معانی پر مدار ہوتا ہے، بعض احکام شرع اس سے متعلق ہوتے ہیں، اس لئے فائدہ کے پیش نظر کتاب میں اس کو بیان کیا گیا۔

حروفِ معانی میں سے چند حروفِ عطف، حروفِ جر اور حروفِ شرط مذکور ہیں۔

حروفِ عطف: واو، فاء، ثم، بل، لکن، او اور حتیٰ ہیں۔

حروف جر: باء، علی، من، الیٰ اور فی ہیں۔

اور حروف شرط: ان، اذا، من، ما، کل اور کَلَمَّا ہیں۔

حروفِ عطف

حروف معانی میں سب سے زیادہ کثیر الوقوع حروف عطف ہیں اور حروف عطف میں اصل واو ہے۔

واو: ہمارے نزدیک مطلق جمع کے لئے ہے۔ وہ مقارنت اور ترتیب سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ یعنی اس کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ معطوف علیہ اور معطوف کو حکم میں جمع کر دیتا ہے، نہ تو دونوں کا ایک زمانہ میں جمع ہونا ضروری ہوتا ہے اور نہ مابعد کا ماقبل سے مؤخر ہونا ضروری ہوتا ہے، جیسے ذہب خالِد و حبیب۔ عام اہل لغت اور ائمہ فتویٰ کا یہی قول ہے۔

جملہ کاملہ کے جملہ کاملہ پر معطوف ہونے کی صورت میں مبتداء ثانی (معطوف) مبتداء اول (معطوف علیہ) کی خبر میں شریک نہ ہوگا، کیوں کہ دونوں جملے تام ہونے کی وجہ سے دوسرے کے محتاج نہیں ہیں مثلاً ہذہ طالق ثلاثا و ہذہ طالق میں مبتداء ثانی و ہذہ مبتداء اول کی خبر طالق ثلاثا میں شریک نہیں، اور جملہ ناقصہ کے جملہ کاملہ پر معطوف ہونے کی صورت میں مبتداء ثانی (معطوف) مبتداء اول (معطوف علیہ) کی خبر میں شریک ہوگا کیوں کہ کلام ثانی (معطوف) خبر کا محتاج ہے مثلاً ہذہ طالق و ہذہ میں کلام ثانی و ہذہ ناقص ہونے کی وجہ سے مبتداء اول ہذہ کی خبر طالق میں شریک ہے۔

”واو“ مجازاً حال کے لئے بھی آتا ہے، کیوں کہ جمع کا معنی اس میں پایا جاتا ہے بایں طور کہ حال ذوالحال کے ساتھ جمع ہوتا ہے، جیسے قول باری تعالیٰ: حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا میں واو حال کے لئے ہے۔

فاء: وصل و تعقیب کے لئے ہے۔ پس معطوف، معطوف علیہ سے متصل ہوگا اور بغیر کسی مہلت و تاخیر کے معطوف علیہ کے بعد ہوگا۔ چنانچہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا اِنْ دَخَلْتَ هَذِهِ الدَّارَ فَهَذِهِ الدَّارَ فَانْتَ طَالِقٌ۔ تو اگر عورت دوسرے گھر میں پہلے گھر کے بعد بلاتا تاخیر داخل ہوئی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔

خلاف اصل ”فاء“ کا دخول علتوں پر بھی ہوتا ہے، بشرطے کہ علت کا وجود دائمی ہو، کیوں کہ جب علت کا وجود دائمی ہوگا تو وہ جس طرح حکم سے پہلے موجود ہوگی، اسی طرح حکم کے بعد موجود ہوگی۔ تو تعقیب کا معنی پایا گیا جیسے قید خانے میں پڑے ہوئے آدمی سے کہا جائے اَبْشِرْ فَقَدْ اَتَاكَ الْغَوْثُ غَوْثُ ابْشَارِ کی علت ہے، اس پر فاء داخل ہے۔
ثُمَّ : تراخی کے طریقے پر عطف کے لئے ہے، کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مہلت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تراخی قطع کے طریقے پر ہے، چنانچہ اس کا اثر حکم و تکلم دونوں میں ظاہر ہوگا۔ گویا کہ وہ کلام جس پر ”ثم“ کا دخول ہوا ہے وہ حکماً قولاً مستانفہ ہے، کلام اول سے سکوت کے بعد اس کا تکلم ہوا ہے، صاحبینؒ کے نزدیک تراخی صرف وجود میں ہے تکلم و قول میں نہیں ہے، چنانچہ شوہر کے قول اپنی غیر مدخول بہا بیوی سے انت طالق ثم طالق میں صاحبین کے نزدیک ساری طلاقیں معلق ہوں گی اور بالترتیب اتریں گی، جب کہ امام صاحب کے نزدیک اول طلاق واقع ہوگی، مابعد لغو ہو جائے گی، کیوں کہ گویا اول پر سکوت کیا ہے۔

”ثُمَّ“ مجازاً معنی واو کے لئے آتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا۔
بَلْ : بل مابعد کو ثابت کرنے اور ماقبل سے تدارک کے طریقے پر اعراض کے لئے موضوع ہے۔

لٰكِنْ : نفی کے بعد استدراک کے لئے ہے۔ یعنی کلام سابق سے وجود میں آنے والے

وہم کو زائل کرنے کے لئے موضوع ہے۔

لِکِنْ اور بَل میں فرق:

”لِکِنْ“ کے ذریعے استدراک، نفی کے بعد ہوتا ہے۔ جب کہ بَل کے ذریعے استدراک نفی یا اثبات دونوں کے بعد ہوتا ہے۔

فائدہ: لِکِنْ کے ذریعے نفی کے بعد استدراک مفرد پر مفرد کے عطف کی صورت میں ہے، اگر جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو ایجاب کے بعد بھی وقوع صحیح ہے۔

تنبیہ: لِکِنْ کے ذریعے عطف درست ہونے کے لئے اتساقِ کلام ضروری ہے۔ اتساق کلام نہ پائے جانے کی صورت میں کلام مستانفہ ہوگا۔

فائدہ: اتساق کلام کے تحقق کے لئے دو امر ضروری ہے (۱) بغیر فصل کے بعض کلام کا دوسرے بعض کلام سے متصل ہونا۔ (۲) محل اثبات ہونا۔

اَوْ: جب دو اسموں یا دو فعلوں کے درمیان واقع ہو تو ان دونوں میں سے ایک کو شامل ہوگا، اگر کلمہ او کا دخول خبر میں ہو تو وہ مفوضی الی الشک ہوگا اور اگر کلمہ او ابتداء میں داخل ہو یعنی ایسے کلام میں داخل ہو جو اخبار کی قبیل سے نہ ہو بلکہ اس میں حکم ابتداء ثابت کیا گیا ہو یا انشاء میں داخل ہو تو موجب تخییر ہوگا۔ پس مولیٰ کا قول ”هَذَا حُرٌّ اَوْ هَذَا“ احدہما حُرٌّ کے مانند ہے۔ شرعاً انشاء ہے۔ موجب تخییر ہوگا۔ مولیٰ کو اختیار ہوگا جس کو متعین کرے گا وہ آزاد ہوگا۔ لیکن یہ کلام حریت سابقہ کا بیان ہونے کے احتمال پر لغتِ خبر کا محتمل ہے پس مبین (هَذَا حُرٌّ اَوْ هَذَا) کی طرح بیان (هَذَا كَانَ مُرَادًا لِّي) بھی انشائیہ و خبریت دونوں کا احتمال رکھے گا۔ لہذا انشاء ہونے کے اعتبار سے دفع تہمت کے لئے محل کا صالح ہونا شرط ہوگا، چنانچہ اگر تعین سے پہلے ایک غلام مر گیا اور مولیٰ نے کہا کہ میری مراد یہی مردہ غلام تھا تو یہ قول قبول نہ ہوگا، اور خبریت کے اعتبار سے خبر سابق کا بیان

ہوگا یہاں تک کہ مولیٰ کو قاضی کی جانب سے ایک غلام آزاد کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔
 کلمہ اَوْ موضع نفی اور موضع اباحت میں بمعنی واو عموم کے لئے مستعار ہے، موضع
 نفی (کلام منفی) میں عموم افراد کا موجب ہے، چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی لَا أُكَلِّمُ هَذَا اَوْ
 هَذَا (میں اس سے یا اس سے بات نہیں کروں گا) تو کسی بھی ایک سے بات کرنے سے
 قسم ٹوٹ جائے گی۔ موضع اباحت (کلام مثبت) میں عموم اجتماع کا موجب ہے، جواز
 اجتماع کا متقاضی ہے، چنانچہ اگر کسی نے قسم کھائی لَا أُكَلِّمُ أَحَدًا إِلَّا فَلَانًا اَوْ فَلَانًا
 (میں کسی سے بات نہیں کروں گا سوائے فلاں یا فلاں کے) تو حالف کے لئے دونوں سے
 کلام کرنا مباح اور جائز ہوگا۔

اَوْ مجازاً حتیٰ کے معنی میں بھی ہوتا ہے، اور یہ ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں عطف
 درست نہ ہو اور اَوْ غایت کا احتمال رکھتا ہو بایں طور کہ کلام اول اس طور پر ممتد ہو کہ او کا مابعد
 اس کی غایت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو جیسے کوئی کہے وَاللّٰهِ لَا اَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ اَوْ
 اَدْخُلُ هَذِهِ الدَّارَ (میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا یہاں تک کہ اس گھر میں داخل
 ہو جاؤں) پس اگر پہلے گھر میں پہلے داخل ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر پہلے دوسرے
 گھر میں داخل ہوا تو قسم پوری ہو جائے گی۔

حَتَّى: غایت کے لئے ہے، مجازاً ”لام گئی“ کے معنی میں مجازات کے لئے استعمال
 ہوتا ہے۔ اور کبھی مجازاً فاء کے معنی میں عطف کے لئے ہوتا ہے۔

فائدہ: حتیٰ غایت کے لئے اس وقت ہوگا جب کہ اس کا ماقبل قابل امتداد ہو، اور اس
 کا مابعد غایت بن سکتا ہو، جیسے عبدی حران لم اضربک حتی یشفع فلان۔

مجازاً گئی کے معنی میں اس وقت ہوگا جب کہ حتیٰ کا ماقبل قابل امتداد نہ ہو اور مابعد
 میں غایت بننے کی صلاحیت نہ ہو، اور حتیٰ کو جزا پر محمول کرنا ممکن ہو، جیسے عبدی حران لم

آتک حتی تغدینی۔ اور حتی مجازاً عطف کے لئے فاء کے معنی میں اس وقت ہوگا جب حتی کو جزا پر محمول کرنا ناممکن ہو، جیسے عبدی حر ان لم آتک حتی اتغدی عندک الیوم۔

حروف جر

حروف معانی میں سے حروف جر بھی ہیں۔ چنانچہ:

باء: الصاق (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانے) کے لئے ہے، لہذا اس کا مدخول علیہ ملصق بہ ہوتا ہے اور طرف آخر ملصق ہوتا ہے۔ ”باء“ کا دخول اثمان پر ہوتا ہے کیوں کہ ملصق الصاق میں مقصود ہوتا ہے اور ملصق بہ تابع ہوتا ہے۔ جیسے اشتریت منك هذا العبد بکرم من حنطة جيدة۔

الصاق باء کا حقیقی معنی ہے اور دیگر معانی تبعیض، زائدہ ہونا وغیرہ اس کے مجازی معنی ہیں۔

علی: حقیقۃً استعلاء کے لئے ہے۔ مجازاً عَلٰی اَلْف میں الزام کے لئے ہے اور کبھی مجازاً شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: يٰبَايَعُنْكَ عَلٰی اَنْ لَا يُشْرِكُنْ بِاللّٰهِ شَيْئًا میں ”علی“ شرط کے لئے ہے۔ نیز ”علی“ معاوضات محضہ میں ”باء“ کے معنی میں مستعار ہے۔ کیوں کہ الصاق لزوم کے مناسب ہے۔

من: تبعیض کے لئے ہے۔ چنانچہ ابوحنیفہؒ نے فرمایا: کسی آدمی کے قول ”أَعْتَقُ مِنْ عِبْدِي مَنْ شِئْتُ عِتْقَهُ“ میں شخص مختار کو اختیار ہے کہ ایک کو چھوڑ کر بقیہ کو آزاد کر دے۔ مَنْ موصولہ کے عموم اور مَنْ تبعیض پر بقدر امکان عمل کرتے ہوئے، جبکہ صاحبین کے نزدیک سب کو آزاد کرنے کا اختیار ہے، مَنْ کو بیانیہ ماننے کی بنا پر۔

إلی: انتہاء غایت یعنی انتہاء مسافت کے لئے ہے۔ اگر غایت تکلم سے قبل بنفسہ موجود

ہو، وجود میں مغیا کی محتاج نہ ہو تو دونوں غایت ابتدائی اور انتہائی حکم مغیا میں داخل نہ ہوگی۔ اور اگر غایت بنفسہ موجود نہ ہو، اور صدر کلام غایت کو شامل ہو تو غایت حکم مغیا میں داخل ہوگی۔ جیسے مرفق غسل میں داخل ہے۔ اور اگر صدر کلام غایت کو شامل نہ ہو یا شمولیت میں شک ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حسن کی روایت میں غایت حکم مغیا میں داخل ہوگی اور ابوحنیفہؒ سے اظہر روایت کے مطابق داخل نہ ہوگی، یہی صاحبین کا قول ہے۔

فی: ظرف کے لئے موضوع ہے۔ کلمہ فی اگر ظرف زمان کے لئے مستعمل ہو تو اس کو حذف کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے۔ ذکر فی کی صورت میں فی کا مابعد ماقبل کے لئے ظرف ہوگا، ماقبل سے زائد ہوگا، معیار نہ ہوگا اور حذف کی صورت میں فی کا مابعد ماقبل کے لئے معیار ہوگا، اپنے ماقبل سے فاضل نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی نے ان صمتُ الدھر فعدی حر کہا تو یہ قسم ابد پر ہوگی زندگی بھر روزہ رکھے تب غلام آزاد ہوگا ورنہ نہیں اور اگر ان صمت فی الدھر فعدی حر کہا تو ایک ساعت کے روزہ پر بھی واقع ہوگا۔ اگر اس نے روزہ کی نیت کی اور تھوڑی دیر بعد افطار کر لیا تو غلام آزاد ہو جائے گا، کیوں کہ دھر کے ایک جزو میں صوم پایا گیا۔ امام صاحب کے قول ہی کو کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔

صاحبینؒ کے نزدیک ذکر فی اور حذف فی دونوں کا حکم ایک ہے، دونوں اس بات میں برابر ہیں کہ فی کا مابعد ماقبل کے لئے معیار ہوتا ہے اس کا مابعد ماقبل سے فاضل نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مرد نے بیوی سے کہا انت طالق غداً یا انت طالق فی غد اور شوہر کی کوئی نیت نہیں ہے تو دونوں صورت میں غد کے اول حصہ میں طلاق واقع ہوگی، اور اگر آخر نہار کی نیت کی تو دونوں صورت میں دیانۃ نیت معتبر ہوگی قضاءً معتبر نہ ہوگی۔

کلمہ فی مجازاً مقارنت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے انت طالق فی دخولک الدار میں فی مقارنت کے لئے ہے کیوں کہ دخول طلاق کے لئے ظرف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔ مفہوم ہوگا کہ تم کو اس حال میں طلاق ہے کہ یہ طلاق تیرے دخول دار کے ساتھ مقارن ہو۔ پس دخول دار سے پہلے مقارنت نہ پائے جانے کی وجہ سے دخول دار سے پہلے طلاق واقع نہ ہوگی۔

حروف شرط

حروف معانی میں سے حروف شرط ہیں، اور باب شرط میں حرفِ انِ اصل ہے۔ کیوں کہ انِ معنی شرط کے ساتھ مختص ہے۔ شرط کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا معنی نہیں ہے۔ حرفِ انِ: ایسے امر معدوم پر داخل ہوتا ہے جو وجود و عدم کے درمیان متردد ہو، یعنی اس امر کا موجود ہونا بھی محتمل ہو اور موجود نہ ہونا بھی محتمل ہو۔

اذا: کو فیوں کے نزدیک برابری کے ساتھ وقت اور شرط کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یعنی کلمہ اذا ظرف و شرط دونوں کے درمیان مساوی طریقہ پر مشترک ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا یہی قول ہے۔

بصریوں کے نزدیک کلمہ اذا ظرف و وقت کے لئے حقیقت ہے۔ کبھی سقوط وقت کے بغیر متیٰ کی طرح مجازاً شرط کے لئے استعمال ہوتا ہے اور موضع استفہام کے علاوہ میں اذا کا شرط کے لئے آنا لازم نہیں ہے۔ اس کے ذریعے مجازات کا لزوم نہیں ہے، بلکہ جواز کے درجہ میں ہے، برخلاف متیٰ کے۔ کیوں کہ متیٰ کے لئے معنی شرط کا لزوم ہے، اس کے ساتھ مجازاً لازم ہے، یہی صاحبین کا قول ہے۔

کلمہ اذا شرط کے لئے مستعمل ہو تو اس کے تین اثر ظاہر ہوں گے۔

(۱) کلام کا پہلا حصہ سبب اور دوسرا حصہ مسبب ہوگا۔

(۲) اذا کے بعد فعل مضارع مجزوم ہوگا۔

(۳) اس کی جزا پر فاء داخل ہوگا۔

کلمۃ من، ما، کل اور کلما: کلمات شرط میں داخل ہیں۔ ”مَنْ“ ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔ جیسے قول باری تعالیٰ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا میں، ”مَا“ غیر ذوی العقول اور ذوی العقول کی صفات کے لئے آتا ہے، جیسے قول خداوندی وَمَا تَقَدَّمُوا لَأَنْفُسِكُمْ میں۔ اور ”کلما“ عموم افعال کو ثابت کرتا ہے۔ جیسے باری تعالیٰ کے فرمان کُلَّمَا نَضَجَتْ جُلُودُهُمْ میں۔

کلمۃ ”کل“ جب نکرہ کی جانب مضاف ہوتا ہے تو علی سبیلِ افراد افراد کا احاطہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب بادشاہ نے لشکر سے کہا کُلَّ رَجُلٍ دَخَلَ مِنْكُمْ هَذَا الْحَصْنِ اَوْ لَا فَلَهُ مِنَ النَّفْلِ كَذَا۔ پھر دس فوجی ایک ساتھ داخل ہوئے تو ہر ایک کے لئے کامل نفل ہوگا۔

افراد: ہر فرد کا الگ الگ اعتبار کیا جائے، گویا اس کے ساتھ اس کے علاوہ دوسرا نہیں ہے۔

تم الكتاب بتوفیق اللہ تعالیٰ



صاحبِ حسامی کے مختصر حالات

کنیت ابو عبد اللہ، لقب حسام الدین، نام محمد بن محمد بن عمر، فرغانہ کے خوبصورت شہر احسیکٹ کے باشندہ ہونے کی وجہ سے احسیکشی کہے جاتے ہیں، شیخ کامل، امام فاضل، عالم فروع و اصول، ماہر جدل و خلاف تھے، امام غزالی کی کتاب ”المختول“ جو امام ابو حنیفہؒ کی تشنیع پر مشتمل ہے، اس کی تردید میں ایک نفیس رسالہ چھ فصول میں لکھا، جس میں امام غزالی کے ایک ایک قول کی مدلل تردید کر کے امام صاحب کے مناقب جلیلہ بیان کیا ہے، اصول فقہ میں حسامی جس کا پورا نام ”المختب الحسامی“ ہے آپ کی معرکہ الآراء تصنیف ہے جو بہت مقبول اور داخل درس ہے، محققین علماء نے اس کی شروح لکھیں جن میں امیر کاتب کی ”التبیین“ اور عبد العزیز بخاری کی ”التحقیق“ زیادہ مشہور ہیں، ۲۳ رذوالقعدہ ۶۴۴ھ بروز دوشنبہ آپ کی وفات ہوئی اور مقبرۃ القضاۃ میں استاذ قاضی خاں کے متصل مدفون ہوئے۔ (تذکرہ و ظفر)

(حالات المصنفین و تذکرۃ الفنون صفحہ: ۶۹)

مؤلف: مولانا محمد عثمان صاحب معروفی رحمہ اللہ



مولف کی دیگر کتابیں

- روزہ اور زکوٰۃ سے متعلق چالیس حدیثیں مطبوعہ
- زندگی میں صالح انقلاب پیدا کرنے والی چالیس حدیثیں مطبوعہ
- عمل آسان ثواب زیادہ مطبوعہ
- مختلف اعمال کی سنتیں مطبوعہ
- تحفہ قربانی مطبوعہ
- اصلاح معاشرہ پر خصوصی خطاب (مفتی ابوالقاسم صاحب کا بیان) مطبوعہ
- خطبات نعمانی سوم (مفتی ابوالقاسم صاحب کے بیانات کا مجموعہ) مطبوعہ
- روح مومن سے خطاب (تقاریر کا مجموعہ) غیر مطبوعہ
- شرح وقایہ جلد ثانی کی شرح غیر مطبوعہ

